قرآن کی روشنی میں

نظریہ امامت

حجۃ الاسلام والمسلمین

الحاج الشیخ محسن الاراکی

فہرست

پیش لفظ ۷
امامت اسلام کی نظر میں
اسلام اور امامت
آئمہ کا انتخاب صرف خدا تعالیٰ کا حق ہے
نصّ کی پیشکش
خاتمہ
مقدمہ ۲۳

پہلی بحث ۳۲
قرآن میں امامت کا مفہوم ۳۳
قرآن کریم میں امامت کی تفصیلات و صفات کا ذکر ۳۳
امامت اور حقیقت توحید ٤٥

دوسری بحث ٥۷
امامت کی تکمیل و تعیین الٰہی ذریعہ سے ہی ممکن ہے ٥۹
آیات امر ٦۰
آیات حکم ٦۲
آیات ملک ٦۳
ولایت سے متعلق آیات ٦۹
آیات اطاعت ۷۱
آیت اختیار ۷٤
آیہ تحکیم ۷۹
آیات ایتائ ۸۰

تیسری بحث ۹۳
قرآن کی روشنی میں آئمہ کا تعیین ۹٥
پہلا صیغہ:
دوسرا صیغہ:
اس آیت میں اصطفائے الٰہی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:
اول_ اصطفائے فردی:
دوم_ اصطفائے عائلی اور خاندانی :
آیت ولایت ۱۲۰
آیت تطہیر ۱۲۲
آیت قربیٰ ۱۲٦
آیات تبلیغ ۱۳۲
آیات شہادت ۱۳٦
للّٰہِ فی کُلّ اُمَۃ شہید ۱۳۷
گواہوں کے اوصاف و شرائط ۱۳۸
عہد نبوت میں مسلمانوں پر اللہ کے رسولؐ کی گواہی ۱٤۲

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نام کتاب قرآن کی روشنی میں نظریہ امامت
مؤلف حجة الاسلام و المسلمین آیت الله الحاج الشیخ محسن الآراکی
ترجمہ حجة الاسلام و المسلمین الحاج ذو القدر الرضوی النجفی
نظر ثانی محمد تقی
ناشر
طبع اوّل جون ۲۰۱۱ ء بمطابق
رجب المرجب ۱٤۳۲ ھ ق

پیش لفظ

امامت اسلام کی نظر میں

رہبرِ شہید علامہ سید محمد باقر الصدر امت مسلمہ کیلئے امامت کی اہمیت اور اس کے عظیم کردار پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: امامت کے ذریعے دو قسم کے استناد ،ریاست و مرجعیت یا سربراہی مراد ہوتے ہیں۔ اول فکری استناد ، دوم سیاسی و اجتماعی معاملات میں مطلوب استناد، اور یہ دونوں استناد و اعتبار ِ رسول اللهؐ کی ذاتِ اقدس میں موجود ہیں ۔پھر حالات کے پیش نظر یہ بھی ضروری تھا کہ رسول اللهؐ اس استناد یا مرجعیت کو آگے بھی جاری رکھیں تاکہ فکری استناد کے ذریعے ان مشکلات پر قابو پایا جاسکے جو آگے چل کر مسلمانوں کو فکری طور پر پیش آسکتی ہیں۔ نیز جدید پیش آنے والے مسائل کا اسلامی نقطہ نظر سے جائزہ اور قرآن کریم کے پیچیدہ اور قرآن کریم کے مشکل مفاہیم کی صحیح توضیح کی جاسکے کیونکہ ظاہر ہے کہ قرآن کریم ہر قسم کے استناد اور مراجعیت کیلئے اساسی حیثیت رکھتا ہے اس کی ضرورت اس لئے بھی تھی کہ سیاست و معاشرت کے میدانوں میں یہ مراجعیت باقی رہے اور اجتماعی خطوط پر اسلامی فکر و فلسفہ کا کام بہتر طور پر انجام پذیر ہوتا رہے۔(۱)

....

(۱) محمد باقر الصدر،بحث حول الولایة ،ص۱۵۔

امام صدرکا خیال ہے کہ : اسلام کوئی بشری نظریہ نہیں ہے کہ جس کی فکری حد بندی عمل کے ذریعے کی جاسکے اور تجربات کے ذریعے اس کے معانی ظاہر ہوتے ہوں بلکہ وہ الله کا پیغام ہے جس میں تمام احکام کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے اور انہیں ان عام قوانین سے جوڑ دیا گیا ہے جن کی انسانی عمل کے تجربے میں ضرورت محسوس ہوتی ہے۔ چنانچہ اس عمل کی رہنمائی کیلئے اس پیغام کی تمام تر تفصیلات اور اس کے احکام و مفاہیم کو شرح و بسط کے ساتھ ذہن میں رکھنا ضروری ہے ورنہ یہ عمل نا پختہ آراء اور پیش پا افتادہ فکری محوروں کو اختیار کرنے پر مجبور ہوگا اور یہ چیز اس عمل کی راہ میں بہت بڑی رکاوٹ بن جائے گی۔ خاص طور پر جب ہم یہ سوچیں کہ اسلام خدا کا آخری دین ہے جو زمان و مکان کی تمام تر قید و بندش سے آزادہوکر قیامت تک باقی رہنے کیلئے آیا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو اس بات کی اجازت نہیں دیتی کہ اسلام کی فکری قیادت جو مذکورہ جاری رہنے والے عمل کی بنیاد ہے ،ایسی غلطیوں کا شکار ہوجائے جو زمانے کے ساتھ مزید پیچیدہ اور خطرناک ہوکر اس عمل کے بالکل تعطّل کا باعث ہوں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اسلام اور امامت

اسلام اور امامت کے مفہوم کے درمیان قرآن اور منطقی نقطۂ نظر سے لازم و ملزوم کا تعلق پایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:

(شَرَعَ لَکُمْ مِنَ الدِّینِ مَا وَصَّی بِہِ نُوحًا وَالَّذِی اَوْحَیْنَا اِلَیْکَ وَمَا وَصَّیْنَا بِہِ اِبْرَاہِیمَ وَ مُوسَی وَ عِیسَی اَنْ اَقِیمُوا الدِّینَ وَ لاَ تَتَفَرَّقُوا فِیہِ کَبُرَ عَلَی الْمُشْرِکِینَ مَا تَدْعُوہُمْ اِلَیْہِ) (۱)

"(لوگوں) اس خدا نے تمہارے لئے وہ دین ٹھہرایا جس دین پر نوح (پیغمبر) کو چلنے کا حکم دیا اور جس دین کا حکم ہم نے تجھے (اے محمدؐ) دیا اور جس دین کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ (پیغمبروں) کو حکم دیا دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو (اے پیغمبرؐ) جس دین کی طرف تو مشرکوں کو بلاتا ہے وہ ان پر بھاری ہے۔"

....

(۱) سورہ شوریٰ ،آیت ۱۳۔

اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو ایک ابدی دین کی حیثیت سے قیامت تک آنے والی نسلوں کیلئے منتخب فرمایا ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

(اِنَّ الدِّینَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلاَمُ) (۱)

"اللہ تبارک و تعالیٰ کے نزدیک دین صرف اسلام ہے۔"

خدا کی حاکمیت کے یہ عین مطابق تھا کہ(وہ امت مسلمہ کے وسیع تر مفاد میں)ایسے آئمہ ہدایت کا تعین فرمادے جو زمین پر اس کے قانون کی عملی تطبیق کا نمونہ بن سکیں۔ ارشاد خداوندی ہے۔

(وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَاء وَیَخْتَارُ مَا کَانَ لَہُمْ الْخِیَرَۃُ) (۲)

"(اور اے پیغمبرؐ اصل بات تو یہ ہے) تیرا مالک جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری) کیلئے چن لیتا ہے بندوں کو کوئی (مستقل) اختیار نہیں ہے۔"

....

(۱) سورہ آل عمران ،آیت ۱۹۔
(۲) سورہ قصص،آیت۶۸۔

قرآن کریم میں موجود امامت کے نظریہ کو "علامہ شیخ محسن آراکی " نے جن دلائل اور وضاحتوں کے ساتھ بیان کیا ہے، انہیں بلاشبہ احادیثِ الٰہیہ کے مفہوم کی مضبوط قرآنی بنیاد تصور کیا جاسکتا ہے۔ اور ان سے اسلامی فکر کو روشنی اور جِلا مل سکتی ہے ۔درحقیقت امامت کے تعلق سے رسول اللہؐکی وفات کے بعد لوگ دو گروہ میں بٹ گئے تھے ایک گروہ کا خیال تھا کہ امامت ایک خدائی منصب ہے جو متعلقہ شخص کیلئے متعین اور منصوص ہوتا ہے۔جبکہ دوسرے گروہ کا ماننا تھا کہ امامت یا تو اجماعِ امت، یا پہلے والے کی وصیت، جانشینی یا شوریٰ کے توسط سے قائم ہوگی یا پھر اس کاحصول تسلط اور غلبے کے ذریعے ممکن ہوگا۔

امامتِ منصوص کے قائلین کیلئے ضروری ہوگا کہ وہ اس نظریے کی ترجیح کے سلسلے میں "علامہ آراکی"کی قرآنی توجیہات کو سامنے رکھیں تاہم حقیقت میں یہ بے نظیر توجیہات پوری فکر اسلامی کیلئے ایک فتح سے کم نہیں ۔یہ بات کسی باشعور شخص سے مخفی نہیں کہ امامت کا نظریہ شروع سے ہی نبی کریمؐکی وفات کے بعد سے امت کے اندر زبردست اختلاف و انتشار اور خونریزی کا باعث رہا ہے جیساکہ شہرستانی نے "الملل و النحل " میں لکھا ہے۔

"اسلام میں کسی دینی مسئلہ میں اس طرح تلواریں نہیں نکالی گئیں جس طرح امامت کے مسئلے میں یہ بات پیش آئی۔"

اس کے ساتھ ساتھ موجودہ دور کے مسلمان اس انتشار و خونریزی کے بنیادی اسباب کو سمجھنے کیلئے جو تحقیق اٹھاتے ہیں انہیں بھی ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ ان اسباب میں سب سے اہم سبب امامتِ الٰہیہ اور اس کے مصادیق سے صحیح طور پر ادراک سے قاصر رہنا اور انہیں ان کے صحیح مقام سے دور کردینا ہے۔ اس کا جو تلخ نتیجہ نکل سکتا تھا وہ سامنے ہے کہ امت اسلامیہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور گروہوں میں بٹ چکی ہے۔ کافروں کا ان پر تسلط قائم ہوچکا اور جو نعمتیں خدا کی جانب سے اس امت کو حاصل ہوئی تھیں وہ اس کو دونوں ہاتھونسے لوٹ رہے ہیں۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

حالانکہ یہ امت قرآن کے لفظوں مینخیر امت یعنی بہترین قوم تھی جسے لوگوں کے لئے میدان میں لایا گیا تھا۔
علامہ شیخ آراکی امامت الٰہیہ کی نصیّت کے ذیل میں اپنی باتوں کو قرآنی دلائل کے ساتھ اس اسلوب و انداز میں پیش کرتے ہیں جو موضوع سے متعلق ان کے عمیق تجربے اور گہری قرآنی بصیرت کی غمازی کرتے ہیں ۔مطالعے کے دوران آپ دیکھیں گے کہ وہ کس قوت اور رسوخ کے ساتھ اس مسئلے پر بحث کرتے ہیں ۔غالباً ان کی شخصیت کا ایک نمایاں وصف جو ان کے علمی امتیاز کی اصل ہے ،وہ یہ ہے کہ وہ جامعة النجف العلمیہ جیسے عظیم اور معتبر ادارے کے فاضل ہیں۔ فقہ، اصول اور فلسفے کی تعلیم انہوں نے عصر جدید کے دو نامور اور اسلامی نشاة ثانیہ کے نقیبوں سے حاصل کی ہے۔ ان میں پہلی شخصیت امام سید باقر الصدر کی ہے اور دوسری شخصیت قائد انقلاب اسلامی اورجمہوریہ اسلامی ایران کے بانی امام اکبر روح اللہ الموسوی الخمینی رضوان اللہ علیہ کی ہے۔
چوں کہ قرآن کریم کی حیثیت تمام تر دینی مسائل و معاملات میں فیصلہ کن مرجع کی ہے اور امت مسلمہ کا اس بات پر اجماع بھی ہے اس لئے مصنف "علامہ آراکی" نے امامت الٰہیہ پر قرآن کے ذریعے اس کی منصوصیت کے اثبات اور خدا تعالیٰ کے علاوہ اس میں ہر کسی کے اختیار کی نفی پر بحث و گفتگو کے لئے قرآنی آیات کے ذریعے استدلال کو ہی ترجیح دی ہے۔

آئمہ کا انتخاب صرف خدا تعالیٰ کا حق ہے

ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آئمہ ہدیٰ کے انتخاب و تعیین کے حق کا اللہ کے ساتھ مخصوص ہونا بہت سے انسانوں کو پسند نہیں آیا۔ حتیٰ کہ اس ابلیس کو بھی جسے "طاووس الملائکہ" کے وصف سے متصف کیا جاتا تھا اور یہ مخلوقاتِجن میں سے ہے اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :
(إِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلاَئِکَةِ اِنِّی خَالِقٌ بَشَرًا مِنْ طِینٍ ں فَاِذَا سَوَّیْتُہُ وَنَفَخْتُ فِیہِ مِنْ رُوحِی فَقَعُوا لَہُ سَاجِدِینَ ں فَسَجَدَ الْمَلاَئِکَةُ کُلُّہُمْ اَجْمَعُونَ ںاِلاَّ اِبْلِیسَ اسْتَکْبَرَ وَکَانَ مِنْ الْکَافِرِینَ ں قَالَ یَااِبْلِیسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنتَ مِنْ الْعَالِینَ ں قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِنْہُ خَلَقْتَنِی مِنْ نَارٍ وَخَلَقْتَہُ مِنْ طِینٍ) (۱)
"جب تیرے مالک نے فرشتوں سے فرمایا میں کیچڑ سے ایک انسان بنانا چاہتا ہوں پھر جب میں اس کو تیار کرلوں اور اس میں اپنی (پیدا کی ہوئی) جان پھونک دوں تو تم اس کے سامنے سجدے میں گر پڑنا تو سارے فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہ کیا) وہ شیخی میں آگیا اور منکر ہو بیٹھا پروردگار نے فرمایا ابلیس تو نے اس کو کیوں سجدہ نہیں کیا جس کو میں نے اپنے (خاص) دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ کیا تو شیخی میں آگیا یا (حقیقت) میں تیرا درجہ بلند ہے۔ ابلیس نے کہا (اسے کیونکر سجدہ کروں) میں تو اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے آگے سے بنایا اور اس کو تو نے کیچڑ سے بنایا۔"
....

(۱) سورہ ص،آیت ۷۱ تا ۷۶.

خدا تعالیٰ کی جانب سے طالوت کو بادشاہ متعین کیا جانا بھی بنی اسرائیل کو پسند نہیں آیا جیسا کہ قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
(وَ قَالَ لَہُمْ نَبِیُّہُمْ انَّ اللہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوتَ مَلِکًا قَالُوا اَنَّی یَکُونُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَةً مِنْ الْمَالِ قَالَ انَّ
اللہَ اصْطَفَاہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہُ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللہُ یُؤْتِی مُلْکَہُ منْ یَشَاء وَاللہُ وَاسِع عَلِیم) (۱)
" اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے۔وہ کہنے لگے طالوت ہمارا بادشاہ کیونکر ہوسکتا ہے طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیںبادشاہت کے۔ اور اس کو مال و دولت کی فراغت بھی نہیں۔ پیغمبرؐ نے کہا اللہ نے تم پر(حکومت کرنے کیلئے) اس کو پسند کیا ہے۔ اور(دوسرے یہ کہ) اللہ نے اس کو علم اور جسم کی گنجائش (تم سے) زیادہ دی ہے۔ اور (تیسرے یہ کہ) اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے۔ اور (چوتھے یہ کہ) اللہ بڑی گشائش والا ہے اور سب کچھ جانتا ہے (کہ کون سلطنت کے لائق ہے)۔"
ٹھیک اسی طرح جاہل عربوں کو رسول اللہؐ کا رسول منتخب ہونا اور آپ پر قرآن جیسی عظیم کتاب کا نازل کیا جانا اچھا نہیں لگا۔ جیساکہ قرآن کریم اس کو ہمارے لئے یوں بیان کرتا ہے:
(وَقَالُوا لَوْلاَ نُزِّلَ ہَذَا الْقُرْآنُ عَلَی رَجُلٍ مِنْ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیمٍ) (۲)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

" اور کہنے لگے (اگر) یہ قرآن (اللہ کا کلام ہے تو) دونوں بستیوں (مکہ اور طائف) کے کسی بڑے (امیر) آدمی پر کیوں نہیں اترا۔"

....

(۱) سورہ بقرہ،آیت۲٤۷۔
(۲) سورہ زخرف،آیت۳۱۔

امامت الٰہیہ کی اس اہمیت اور بے پناہ حساسیت کی بناء پر اللہ تعالیٰ نے امامت کے تعیین و انتخاب کو اپنے ساتھ مخصوص رکھا اور اس میں بشمول انبیاء و رسل، کسی کو بھی شامل نہیں کیا۔

نصّ کی پیشکش

علامہ آراکی زیر نظر کتاب کی تمہید اس نظریۂ امامت سے متعلق لکھتے ہیں کہ یہ نظریہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر خالق و مخلوق کے درمیان ایسا ربط قائم کرتا ہے جو اس کی تمام تر ارادی و اختیاری حرکات کو شامل کرتا ہے ۔نیز خدا کیلئے عبودیت کو وہ اس انداز سے واضح کردیتا ہے کہ اس کے ذریعے سچی عبودیت کھل کر انسان کے اعمال و افعال میں سمٹ آتی ہے۔ علامہ آراکی نے اس نظریہ پر بھی جم کر تنقید ہے کہ رسول اللہ ﷺکی وفات کے بعد(خلافت و قیادت خود انسانی ارادہ و انتخاب پر موقوف ہے) نہ اس پر کہ اوپر (خدا کی جانب سے)اس کا کوئی باضابطہ حکم نازل ہوا ہو۔

پہلی بحث میں علامہ آراکی نے قرآنی مفہوم کے اعتبار سے امامت الٰہیہ کی تعریف بیان کی ہے کہ امامت الٰہیہ ممکنہ حد تک انسان کو عروج وکمال تک پہنچانے کا نام ہے۔

یعنی وہ ریاست عامہ جس کا تعلق دین ودنیا کے تمام امور و معاملات سے ہے۔

پھر مؤلف موصوف قرآنی آیات سے استدلال کرتے ہوئے اس کی شرائط کی وضاحت کرتے ہیں۔ وہ شرائط یہ ہیں:

اول_ امامت ان تمام امور کو شامل کرتاہے جس میں انسان اختلاف کرتا ہے (یعنی انسانی ارادے کے ذریعے صادر ہونے والا ہر ایک انسانی فعل)۔

دوم_ یہ ہر ممکنہ ظلم یا عدل پر حاوی ہے۔

سوم_ امامت انسان کے تمام اختیاری افعال کو خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی ،شامل کرتا ہے۔ مولف موصوف امامت اور حقیقت توحید کے درمیان ایک مضبوط اور مستحکم ربط قائم کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"عبادت میں توحید کی حقیقت توحید اطاعت یعنی اطاعت و فرمانبرداری کیلئے بھی خدائے وحدہٗ کو ہی مخصوص کرلیتا ہے اور یہ خدا کی طرف سے منتخب امام کی پیروی کے بغیر ممکن نہیں۔ جو امر و نہی میں اللہ کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔"

مؤلف موصوف مختلف قسم کے قرآنی شواہد پیش کرتے ہیں جیسے: آیات عبادت، آیات امر، آیات حکم اور آیات ملک وغیرہ ان آیات سے نہایت واضح طور پر یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ اطاعت صرف اللہ کیلئے مخصوص ہے۔ اور حکم، امر، ملک اور ولایت اللہ جل شانہ کے ہی ہاتھوں میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جسے چاہتا ہے فرمانروائی و سلطنت کیلئے منتخب کرتا ہے۔ رہا لوگوں کی خواہش یا رائے کا سوال تو اس سے متعلق مصنف کہتے ہیں۔

"اقتدار کے استحکام اور اسے قوت و طاقت پہنچانے کیلئے لوگوں کی رائے ضروری ہے لیکن اقتدار یا ولایت ملکی کے قانونی جواز کیلئے یہ شرط نہیں ہے۔"

دوسری بحث میں مؤلف نے موضوع کے مرکزی نقطے کو اپنی گفتگو کے لئے مخصوص کیا ہے اور وہ یہ کہ امامت الٰہیہ تعیین خداوندی کے تحت ہی ظہور میں آتی ہے ۔یہ ایک مقدس منصب ہے جس کیلئے اللہ اپنی مرضی سے جس کو چاہتا ہے منتخب کرتا ہے۔

اس ضمن میں انہوں نے متعدد آیات پیش کی ہیں۔ جن کی ترتیب حسب ذیل ہے:

۱۔ آیات امر، جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ امر صرف اللہ کیلئے خاص ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔
۲۔ آیات حکم ،یہ اس بات پر دلالت کرتی کہ حکم اور فرمان صرف اللہ کیلئے ہے۔ کسی اور کیلئے ہرگز نہیں۔
۳۔ آیات الملک، جن کے ذریعے اقتدار اعلیٰ صرف اللہ کیلئے خاص ہونا معلوم ہوتا ہے۔
٤۔ آیات ولایت، وہ آیات جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ ولایت اللہ کے ہاتھوں میں ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۵۔ آیاتِ طاعت، ان کی دو قسمیں ہیں۔ پہلی قسم میں وہ آیات شامل ہیں جن سے رسولؐ کے متعلق اطاعت کے حکم کا اظہار ہوتا ہے۔ دوسری قسم ان آیات پر مشتمل ہے جو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ معاملے کو اولو الامر کی طرف لے جانا چاہیے۔
٦۔ آیت اختیار، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اختیار صرف اللہ کے حکم میں ہے۔
۷۔ آیت تحکیم
۸۔ آیات ایتائ
آیت شوریٰ (وَامرُہُمْ شُورَی بَیْنَہُمْ) کی تفسیر میں آراکی کے کمال علم کی خوبیاں سامنے آتی ہیں۔ آیت شوریٰ بظاہر آیت اختیار سے معارض معلوم ہوتی ہے۔ اس تعلق سے وہ لکھتے ہیں:
آیت شوریٰ کے تحت رسول اللہ کو لوگوں سے مشورہ طلبی کا پابندی بنایا گیا ہے۔ تاہم فیصلے عزم شوریٰ کا اختیار بھی انہی کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشورہ فیصلے کی بنیاد پر نہیں بلکہ وہ باہمی تبادلۂ خیال کا نام ہے جو آخری فیصلے کی تمہید یا مقدمے کی حیثیت رکھتی ہو۔
تیسری بحث میں مؤلف نے "نص علٰی الأئمہ " (منصب ولایت کی الٰہی تعیین) پر قرآن کی روشنی میں بحث کی ہے اور اس کیلئے تین صیغے متعین فرمائے ہیں:
(١) صیغۂ اول: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے تاریخی طور پر آئمہ کے وجود پر روشنی پڑتی ہے۔
(٢) صیغۂ دوم: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے تاریخی طور پر آل ابراہیم میں سے ائمہ کی تعیین اور آپؑ کی نسلوں میں امامت الٰہیہ کے جاری و ساری ہونے کا اظہار ہوتا ہے۔
(٣) صیغۂ سوم: وہ آیات قرآنی جن کے ذریعے رسول اللہؐکی وفات کے بعد ان کے اہل بیت میں سے امامت کی تعیین پر روشنی پڑتی ہے ۔اور وہ حضرت علی اور اہل بیت ٪ ہیں جن سے قرآن کے الفاظ میں گندگی کو دور کردیا گیا اور انہیں پاک و مطہر بنادیا گیا ہے۔
مؤلف موصوف نے پے در پے چار قرآنی آیات سے استشہاد کیا ہے جن سے تاریخ میں آئمہ پر نص عام کا ثبوت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر زمانے میں انسانوں کیلئے آئمہ کی تعیین فرمائی ہے۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔
(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّ امَّۃٍ رَسُولاً اَنْ اُعْبُدُوا االلہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ)
" ہم نے ہر قوم کے اندر رسول مبعوث کئے تاکہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت سے بچیں۔"
یعنی ہم نے ہر قوم کے اندر خدا کے معین کردہ ایسے سیاسی قائدین اٹھائے جو اللہ کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتے ہیں اور لوگوں کو اللہ کی عبادت'اس کے حکم کی تابعداری'طاغوت کی فرمانبرداری اور اس کے آگے جھکنے سے انکار کی دعوت دیتے ہیں مزید بر آں یہ کہ امامت الٰہیہ کسی خاص وقت اور زمانے کے ساتھ مختص نہیں بلکہ یہ پوری انسانی تاریخ میں جاری و ساری ہے۔
اس کے بعد محقق آراکی صیغۂ دوم کی طرف لوٹتے ہیں یعنی وہ آیات قرآنیہ جن کے توسط سے آل ابراہیم مینسے آئمہ کے انتخاب پر روشنی پڑتی ہے اس ضمن میں انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ پے در پے پانچ قرآنی شواہد پیش فرمائے ہیں۔ اس کی ابتداء اللہ تعالیٰ کی جانب سے ابراہیم اور آل ابراہیم کے حق میں اس بشارت سے ہوتی ہے جس کے تحت حضرت ابراہیم کی دعا کو شرف قبولیت عطا کرتے ہوئے انہیں امامت کے منصب سے سرفراز کیا گیا ہے جب وہ جوان تھے اور مشرکین اور کافرین سے نبرد آزما تھے۔
لہٰذا اللہ تعالیٰ ابراہیم کی زبان سے ارشاد فرمایا:
(رَبِّ ہَبْ لِی حُکْمًا وَۘاَلْحِقْنِی بِالصَّالِحِینَ)
"اے پروردگار! مجھے ایک حاکم فرزند عطا فرما اور مجھے نیکوکاروں میں شامل فرما۔"
نیز اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
(وَ وَہا بْنَا لَہُسْحَاقَ وَ یَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّۃَ وَ الْکِتَابَ وَ آتَیْنَاہُ اَجْرَہُ فِی الدُّنْیَا وَۘانَّہُ فِی الْآخِرَۃِ لَمِنْ الصَّالِحِینَ)
"اور ہم نے اس کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دیا اور اس کی اولاد میں پیغمبری اور(اللہ کی کتابیں اترنا) قائم رکھا اور ہم نے اس کو دنیا میں بھی (اس کی نیکیوں کا) بدلہ دیا۔ اور آخرت میں تو وہ نیک بندوں میں ہی ہے۔"
اور جب ابراہیمـ نے اللہ تعالیٰ سے امامت کو اپنی اولاد کیلئے عطا کرنے کی دعا کی تو اللہ تعالیٰ نے اس شرط کے ساتھ دعا کوقبولیت بخشی کہ امامت کی ذمہ داری اسے دی جائے گی جس کے اندر مکمل شکل میں عدالت کی صفت موجود ہو۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ سے اپنے امام بنائے جانے کی خوشخبری سن کر حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ سے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

سوال کیا:
(وَمِنْ ذُرِّيَّتِی) (١) "اور میری اولاد کو۔"
تو اللہ نے جواب میں فرمایا:
(لاَ یَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِينَ) (٢) "میرا وعدہ ظالموں سے نہیں۔"
....

(١) ، (٢) سورہ بقرہ ،آیت ١٢٤۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عدالت تامہ کی شرط ہی عصمت (معصوم ہونا) کی حد ہے۔
پھر اس ربانی انتخاب کی مصنف نے دو قسمیں کی ہیں:
اول_ افراد کا انتخاب جیسے آدم و نوح۔
دوم_ خاندان کا انتخاب جیسے آل ابراہیم اور آل عمران کا امامت کیلئے منتخب کیا جانا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:
ِ)انَّ االلهَ اصْطَفَی آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ ا ِبْرَاہِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِينَ ں ذُرِّيَّةً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ وَااللهُ سَمِيع عَلِيم)
"بے شک اللہ نے سارے جہاں کے لوگوں میں آدم اور نوح کو اور ابراہیم ٪ اور عمران کی اولاد کو چن لیا ہے (یا پسند کرلیا ہے) ۔ایک خاندان دوسرے خاندان کی نسل ہے اور اللہ سنتا اور جانتا ہے۔"
پھر مصنف انتخاب امامت کے سلسلے میں ایک اہم نقطے کی وضاحت کرتے ہیں اور وہ امام کے اندر صلاحیتوں اور قیادت کی ربّانی استعداد کا پایا جانا ہے اور یہ کہ یہ منصب نسل اور خاندان کی بنیاد پر قائم نہیں ہے۔ وہ مزید فرماتے ہیں:
"یہ اور اس نوع کی دوسری آیات آل ابراہیم میں اس ربّانی انتخاب کے جاری

و باقی رہنے پر دلالت کرتی ہیں۔ مختلف زمانوں میں آل ابراہیم میں سے مخصوص لوگوں کو اس عہدہ سے سرفراز کیا گیا جس کی آخری کڑی رسول اللہؐ ہیں۔"
یہ بات بھی واضح ہے کہ ابراہیمہ کی بعض اولادوں سے جب اس منصب کے تحمل کی صلاحیت مفقود ہوگئی تو امامت خاندان ابراہیم کی دوسری شاخ کی طرف منتقل ہوگئی۔ جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:
(فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْف اَضَاعُوا الصَّلاَةَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوَاتِ)
" پھر ان کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو تو گنوادیا اور (دنیا کے) مزوں میں لگ گئے۔"
اللہ تعالیٰ کا قول ہے:
(فَبِمَا نَقْضِہِمْ مِيثَاقَہُمْ وَ كُفْرِہِمْ بِآيَاتِ االلهِ وَ قَتْلِہِمْ الْاَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَ قَوْلِہِمْ قُلُوبُنَا غُلْف)
" تو انہوں نے جو اپنا اقرار توڑااور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اور کہنے لگے کہ ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔"
چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسحاق سے امامت چھین کر آل اسماعیل کی پاکیزہ اولاد میں اسے جاری فرمادیا۔ اور وہ محمد رسول اللہؐکی آل و اولاد ہیں۔
مگر تیسرے صیغہ میں وہ آیات ہیں جو اہل بیت ٪ کی امامت پر دلالت کرتی ہیں تو اس کی ابتداء مصنف نے حکمت الٰہیہ کی توضیح سے کی ہے جس میں قرآن اور اہل بیت کی حفاظت و بقاء کے پیش نظر امامت اہل بیت کی حقیقت پر اشارتی اسلوب میں روشنی ڈالی جائے۔
پھر موصوف چھ ایسی بلیغ قرآنی شہادتیں پیش کرتے ہیں جو اہل بیت٪ کی امامت پر روشن دلیلیں ہیں ۔
ان میں سے پہلی شہادت آیت ولایت ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے۔
(اِنَّمَا وَلِيُّكُمْ االلهُ وَ رَسُولُہُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَ يُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَہُمْ رَاكِعُونَ)
"تمہارے دوست صرف اللہ اور اس کا رسولؐاور ایمان والے ہیں جو درستگی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکے رہتے ہیں۔"
دوسری: آیت تطہیر ہے۔
تیسری: آیت قربیٰ ہے۔
چوتھی:آیت تبلیغ ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

پانچویں:آیت شہادت ہے ۔جس میں مؤلف نے مندرجہ ذیل چار اہم مفاہیم پر روشنی ڈالی ہے۔
(١) ہر قوم میں اللہ کا گواہ موجود ہوتا ہے۔
(٢) گواہوں کی شرائط و خصوصیات۔
(٣) زمانہ نبوت میں رسول اللہؐ کی مسلمانوں پر گواہی۔
(٤) رسول اللہؐ کے بعد خود ان کیلئے گواہ۔

خاتمہ

بہرحال یہ کتاب فکر اسلامی کی ہی ایک گہری فکری سفر ہے اور اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ زیرِ نظر کتاب مضبوط فکری اساس رکھنے والی اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔ امید ہے کہ یہ کتاب علماء و اہل دانش اور دونوں مکتب فکر یعنی امامت کی من جانب اللہ تعیین کو ماننے والے اور وہ جو اسے خود امت کے اختیار پر موقوف تصور کرتے ہیں کے لئے مرجع اور اساس کا کام کرے گی۔ اسلامی فکر پر اس کے مثبت اثر کے ساتھ تمام اسلامی اعمال و افکار اور تصورات پر بھی اس کا اچھا اثر قائم ہوگا۔
واللہ تعالیٰ من وراء المقصد

مؤسسة بوک اکسترا العالمیہ
للنشر والتوزیع

قرآن کی روشنی میں نظریہ امامت

مقدمہ

اسلام میں امامت کی بحث محض عقیدے کی بحث نہیں ہے، بلکہ وہ حقیقت میں اسلام کے مفہوم کی تحدید و تعیین اور اس کے مصداق کے عملی اجراء کی بحث ہے۔ یہ ان چیزوں کے علاوہ جو کلامی، فلسفیانہ اور فقہی نتائج کی شکل میں امامت کی بحث میں غور و خوض سے نظریاتی اور تحقیقی سطح پر سامنے آتے ہیں۔
نص کے قائلین کا یہ نظریہ انفرادی اور اجتماعی دونوں سطحوں پر خالق و مخلوق کے مابین ایسا ربط قائم کرتا ہے جو اس کی تمام تر حرکاتِ ارادیہ و اختیاریہ کو شامل ہوں۔ نیز خدا کے لئے عبودیت کے حق کو وہ اس انداز و اسلوب میں واضح کرتا ہے کہ ممکنہ حد تک اس کے ذریعے انجام پانے والے تمام ارادی اعمال و افعال اللہ کی مرضی کے تابع ہوجاتے ہیں۔
اس تصور کے تحت خدا یا پروردگار کسی ایسی ہستی کا نام نہیں جس کی محض مذہبی اور روایتی رسم و رواج کے تحت عبادت کر لی جائے، وہ ایسا خدا بھی نہیں ہے جو مساجد و معابد کی دیواروں میں مقید ہو، نہ ہی وہ آباواجداد کی طرح کی کوئی خیالی ہستی ہے جس کی اس حیثیت سے تقدیس و تکریم کی جائے اور اس کے زمانۂ ماضی میں گزر جانے والی شخصیتوں کا تصور ذہن میں بٹھا کر یہ سمجھ لیا جائے کہ ان کی طرح سے اللہ تعالیٰ کی ذات بھی موجودہ کائنات و مخلوقات میں کسی قسم کا کوئی عمل دخل نہیں رکھتی۔ اسی طرح اس کی شخصیت کسی دیومالائی کہانی کے کردار کی مانند بھی نہیں جس کے ساتھ مافوق الفطرت اور خارق العادہ قوت و طاقت کا تصور شامل ہوتا ہے لیکن وہ محض فرضی اور خیالی ہوتے ہیں۔
اسی طرح یہ خدا صرف مردوں ،کمزوروں ،مصیبت زدگان اور پریشان حال لوگوں کا ہی خدا نہیں ہے اور نہ ہی وہ ایسا ہے کہ خود کو انسان اور اس کے اعمال و افعال سے کنارہ کش کرلے۔ آسمان کی بلندیوں سے وہ زمین پر پیش آنے والے احوال و واقعات کا مشاہدہ تو کرتا رہے لیکن ان میں دخل انداز نہ ہو، یہ خدا اس تصور سے بھی بالا و برتر ہے کہ وہ صرف نرم کلائی اور پند و نصائح کے ساتھ انسان کو مخاطب کرنے والا ہو۔ کوئی سخت بات یا موقف اس پر نہ اپنائے کہ

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

مبادا اس سے "شرفائے مغرورپن" کے جذبات مجروح ہوجائیں یا اپنی مرضی کے مطابق زمین کو روندنے والے طاغوتوں کے دلوں کو ٹھیس پہنچ جائے۔
بہرحال یہ نظریہ کہ اللہ تعالیٰ زمین کے انتظام و انصرام سے دست کش ہوگیا اور زمانہ رسالت و وحی کے بعد اللہ تعالیٰ کو اس سے کوئی مطلب نہیں رہ گیا۔ چنانچہ وہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد سیاسی قیادت کے معاملے میں "دخل نہیں دیتا" ایک ایسا نظریہ ہے جو تناقص و تضاد سے خالی نہیں۔کہ ان کے اس واقعی قرآنی تصور کے درمیان جس کے تحت خدا کیلئے اس کامل و مکمل عبودیت کا اظہار ہوگاجس کے مطابق ان لوگوں کو ڈھالنا اور جس کی بنیاد پر انسانی معاشرہ کا قیام چاہتا ہے، اور اس تصور کے درمیان کہ قیادت کا معاملہ رسول اللہ کی وفات کے بعد ہر کس و ناکس کی مرضی و منت پر چھوڑ دیا گیا ہے ،کوئی منطقی جوڑ محسوس نہیں ہوتا.......
رسول اللہؐ کی حیات مبارکہ کے بعد جو حوادث و واقعات پیش آئے۔ صرف تین دہائیاں گذرنے کے بعد ہی امت مسلمہ جس ابتر حالات کو پہنچی تھی کہ قوم کے جابر ،ملکی اقتدار پر قابض ہوکر عوام کی گردنوں پر سوار ہوگئے، لوگوں کو انہوں نے بے آبرو کیا۔ صالحین اور نیکوکاروں ، امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دینے والوں کا جس طرح انہوں نے قلع قمع کیا ۔ملکی ثروت اور قومی دولت کو تباہ و برباد کرنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ اور اس طرح امت مسلمہ ذلت و پسماندگی اور اختلاف و انتشار کی انتہا کو پہنچ گئی اس سے اس گمراہ کن اور فساد انگیز نظریہ کی حیثیت معلوم ہوجائے گی کہ اگر صاحبِ بصیرت اپنی دونوں آنکھوں کو کھول کر نبی کریمؐ کے وفات کے بعد ہونے والے واقعات کا مشاہدہ کریں تو انہیںتلخ نتیجہ نظر آئے گا اور امامت و قیادت کے نظریے کو اہمیت نہ دینے کے اسباب خود بخود یقین کے ساتھ معلوم ہو جائیں گے۔جیساکہ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:
(وَرَبُّکَ يَخْلُقُ مَا يَشَاء وَيَخْتَارُ مَا کَانَ لَہُمْ الْخِيَرَۃُ سُبْحَانَ اللہِ وَ تَعَالَی عَمَّا يُشْرِکُونَ ں وَرَبُّکَ يَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُورُہُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ں وَ ہُوَ اللہُ لاَ اِلَہَ اِلاَّ ہُوَ لَہُ الْحَمْدُ فِی الْاُولَی وَالْآخِرَۃِ وَلَہُ الْحُکْمُ وَاِلَيْہِ تُرْجَعُونَ) (۱)
"(اور اے پیغمبرؐ اصل بات تو یہ ہے)تیرا مالک جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری کیلئے) چن لیتاہے۔ بندوں کو کوئی (مستقل) اختیار نہیں ہے یہ جن لوگوں کو اللہ تعالیٰ کا شریک بتاتے ہیں۔ اللہ تو ان سے کہیں پاک و برتر ہے۔ اور (اے پیغمبرؐ) جو باتیں اپنے دل میں چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں تیرا مالک ان (سب کو) جانتا ہے۔ اور وہی اللہ تو ہے جس کے
سوا کوئی سچا خدا نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کو تعریف سجتی ہے اور (دونوں جگہ) اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو لوٹ جانا ہے۔"
....

(۱) سورہ قصص ،آیت ٦٨ تا ٧٠.

رسول اللہؐ کے بعد ربانی قیادت کے حاملین دین کی اصل شکل کو ہر حال میں باقی و محفوظ رکھنا چاہتے تھے ،اس کیلئے انہیں غیر شرعی اور غیر قانونی اقتدار رکھنے والوں کے ساتھ محتاط اور روشن سلوک اختیار کرنا پڑا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ دین کی اصل حیثیت پارہ پارہ نہ ہوجائے اور اس میں کسی کو کوئی شک پیدا نہ ہو۔ یہ ربانی قائدین وفات رسول کے بعد سخت پیچیدہ معاملوں کے مابین تھے سچائی کا راستہ زیادہ کٹھن اور دشوار تھایا تو وہ امامت بالنص کے اعلان پر قائم اور اس ذیل میں رسول اللہؐ کی احادیثِ مبارکہ پر زور دیتے رہیں۔ جن کو لوگوں نے بگوشِخود سنا تھا اور رسول اللہؐ کے مقربین کی طرف سے اس سلسلے میں انکار و مخالفت کا بچشمِ خود مشاہدہ کیا تھا اور اس نظریے کو غالب کرنے سے قاصر رہے تھے۔ یا پھر وہ دین کے اس رکنِ عظیم امامت و قیادت سے آنکھیں بند کرلیں۔ لیکن اس چشم پوشی میں دین کا ضیاع اور مستقبل میں اسلامی معاشرے کے زبردست مفاسد و خطرات سے دوچار ہونے کا اندیشہ تھا۔
لیکن دوسری طرف اقتدار میں وہ لوگ تھے جو رسول اللہ کی زندگی میں بھی آپ کی مخالفت اور آپ کی آراء میں اعلانیہ شک پیدا کرنے کی کوششوں سے باز نہیں آتے تھے۔ جیساکہ واقعہ مشہور ہے کہ مرض الوفات میں رسول اللہؐ نے اپنے پاس موجود بعض لوگوں سے کہا کہ "وہ آپ کے پاس کاغذ اور دوات لے آئیں تاکہ رسول اللہؐ لوگوں کیلئے ایک ایسی تجویز لکھ دیں جس کے بعد لوگ کبھی گمراہی کا شکار نہ ہوں۔ تو بعض لوگوں نے اسے یہ کہہ کر رد کر دیا کہ رسول اللہؐ ہذیان گوئی کر رہے ہیں ،یا آپ پر شدت تکلیف کا غلبہ ہے۔ اور یہ کہ ہمارے لئے کتاب اللہ کافی ہے۔ اس کے بعد کسی اور تحریر کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ایسے لوگوں کے سامنے اگر وہ اعلان حق(امامیہ الٰہیہ) پر قائم رہتے اور ان اقتدار نشین جابروں کے ساتھ برسرپیکار ہونے کی کوشش کرتے تو لا محالہ یہ صورتحال پیش آتی کہ اقتدار سے زبردستی چپک جانے

والے یہ لوگ اپنی اس غلط روش میں مزید پختہ ہوجاتے کہ وہ نہ صرف رسول اللہؐسے متعلق بیان کی جانے والی باتوں بلکہ آپ کی احادیث مبارکہ میں شک پیدا کریں۔ اور آپ پر نعوذ باللہ ،ایسی تہمت لگائیں جو آپ کی شخصیت اور آپ کی حق گوئی کے منافی ہو۔

رسول اللہؐکے قریب سمجھے جانے والے لوگوں کی طرف سے اگر ایسا ہوتا تو رسول اللہ اور آپؐ کی رسالت کے بارے مینشک کا دروازہ چوپٹ ہوجاتا اور یوں رسالت اسلامیہ اور دین کی بنیادیں جڑ سے اکھڑ جاتیں۔ لیکن دین کے اس اہم اور عظیم رکن کی حقیقت کو دنیا کی نگاہوں کے سامنے نہ لانے میں بھی اسلام کا مستقبل اور اسلامی اجتماعیت خطرے میں پڑتی نظر آرہی تھی جو حقیقی معنوں میں دین کی اصل بنیادوں کے ڈھہ جانے سے کسی بھی طرح کم خطرناک نہ تھا۔ اس لئے ان الٰہی اور ربانی قائدین کے لئے ضروری تھا کہ وہ توسط و اعتدال کی راہ اختیار کریں۔ ایک طرف وہ مسلمانوں کو حکومت وقت کے ساتھ ٹکرائو سے دور رکھیں تو دوسری طرف وہ ان کے سامنے صحیح اسلامی امامت و قیادت کی حقیقت واشگاف کریں۔

چنانچہ انہوں نے اور ان لوگوں نے جن کے ایمان راسخ تھے اور رسول اللہ کے مقربین شمار کئے جاتے تھے ،رسول اللہ کی احادیث کو لوگوں کو ایسی نرم کلامی اور غیر نزاع انداز میں بتانا شروع کیا کہ جو حکومت وقت کو مشتعل کرنے کا باعث نہ ہو۔ ان میں سے کچھ تو امامت و خلافت کے ذیل میں قرآن میں وارد شدہ آیات کی تطبیق کی حیثیت رکھتی تھیں اور کچھ وہ تھیں جن میں رسول اللہ نے امامت کے مسئلہ میں حقائق وحی کی تشریح کی تھی ۔اور اس مسئلے کو سمجھایا تھا۔

اسی اسلوب کو رسول اللہؐ کی وفات کے بعد مسئلہ امامت کے اظہار و اعلان کیلئے قرآن کریم نے اختیار کیا ۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں رسول اللہ کی وفات کے بعد امامت کے سلسلے میں ایسا اسلوب اختیار کیا جس میں ایک طرف فن کے متلاشیوں کے لئے پوری وضاحت و صراحت بھی ہو اور دوسری طرف ان لوگوں کے ساتھ براہ راست ٹکرائو سے بچا جاسکے جو رسول اللہ کے بعد حکومت کے پہلے سے ہی خواہشمند اور اس کے منتظر تھے اور اہل بیت یعنی دن لوگوں کی قیادت کو قبول کرنا ان پر گراں تھا جنہیں اللہ تعالیٰ نے منصب امامت کے لئے منتخب فرمایا تھا اور انہیں تمام عیبوں سے پاک فرمایا تھا۔

اگر کوئی شخص کتاب اللہ میں اچھی طرح غور و فکر کرے اور اپنی آنکھوں پر پڑے ہوئے ہوس اور عصبیت کے پردے کو ہٹائے تو اسے قرآن کریم میں بکثرت ایسی آیتیں نظر آئیں گی جن میں سے بعض میں اصول و قواعد اور بعض میں اس کے فروغ و مصادیق کے ساتھ امامت و ریاست کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اور اسے محسوس ہوگا کہ قرآن میں توحید کے نظریے کا خلاصہ یہی ولایت اور امامت الٰہیہ ہے جو ہمیشہ سے ہر عہد اور ہر دور میں جاری رہا اور آخر تک جاری رہے گا۔

رمضان ١٤١٨ ھ ق میں لندن میں مجھے بعض اسلامی اسکالرز اور اہل علم و دانش کے ساتھ امامت کے موضوع پر قرآن کریم میں موجود آیتوں سے متعلق بحث و مباحثہ کرنے کا موقع ملا۔ پھر میں نے اس سلسلے میں چار محاضرے تیار کئے جو دار الاسلام ہال میں "امامة النص ف القرآن الکریم " (نصب امامت کا نظریہ قرآن کی روشنی میں) کے عنوان کے تحت دیئے گئے ۔پھر حاضرین میں سے ہی کچھ لوگوں نے اسے ٹیپ کی مدد سے قلم بند کرلیا۔

کچھ تغیر و تبدل اور اضافوں کے ساتھ وہ موجودہ شکل میں آپ کے سامنے ہے۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اپنی قبولیت حسنہ سے نوازے اور مومنین اور طالبانِ حق کو اس سے نفع پہنچائے۔

ان سمیع الدعاء قریب مجیب

محسن الآراکی

پہلی بحث

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قرآن میں امامت کا مفہوم

قرآن کریم میں امامت کا معنی انسانی استطاعت کی حد تک اسے عروج کمال تک پہنچانا۔
امامت قرآن کریم کے مفہوم کے مطابق صرف دینی امور میں عبادت کا معنی نہیں رکھتا اور عبادات کے علاوہ اس سے صرف دنیاوی امور کی امامت مراد نہیں ہے بلکہ امامت سے مراد انسان کی اس کے تمام افعال اختیاری میں قیادت و رہنمائی ہے۔ بالفاظ دیگر وہ فعل امامت کے دائرے میں آتا ہے جو عدل و ظلم کا احتمال رکھتا ہو خواہ وہ فعل اجتماعی ہو یا انفرادی ، اس کا تعلق دنیا سے ہو یا آخرت سے۔ اسی طرح اس پر حق کا اطلاق ممکن ہو یاباطل کا ،اس میں ضلالت کا پہلو ہو یا ہدایت کا، اس فعل میں امامت کی ضرورت ہے۔

قرآن کریم میں امامت کی تفصیلات و صفات کا ذکر
قرآن کی روشنی میں امامت کے مفہوم کی یقین و تحدید کرنے کیلئے اس بات کی طرف اشارہ مناسب ہوگا کہ قرآن کریم میں امامت سے متعلق تفصیلات تین طرح کی ہیں۔
پہلی صفت: امامت ان تمام شرائط کو شامل کرتی ہے جن میں لوگوں کا اختلاف پایا جائے اس کا مطلب یہ ہے کہ امامت ہر قسم کے ارادی فعل پر مشتمل ہوگی، کیونکہ اختلاف کا تعلق ارادہ سے ہی ہے۔ اس کے بغیر اس کا تحقق ممکن نہیں اور فعل ِغیر ارادی میں اختلاف کا وجود نہیں ہوتا۔ چنانچہ غیر ارادی طور پر وجود پذیر ہونے والی تمام چیزیں اپنے اثرات و نتائج میں یکساں اور متحد ہوتی ہیں اور جب ایک انسان دوسرے سے اختلاف کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک شخص کسی اور چیز کا خواہشمند ہوتا ہے اور دوسرا شخص دوسری چیز کا۔ چنانچہ اس طرح دونوں کے درمیان اختلاف کا ظہور ہوتا ہے اختلاف کا مفہوم یہی ہے جو انسانی ارادے کے تحت وجود میں آتا ہے۔ بہرحال جہاں تک فعل غیر ارادی کا تعلق ہے تو اس میں اختلاف کا امکان نہیں ۔بلکہ اس کی حیثیت ایک طبیعی عمل کی ہوتی ہے۔
دوسری صفت: امامت ہر اس شے کو شامل کرتی ہے جس میں عدل و ظلم کا احتمال ہو۔
تیسری صفت: امامت الٰہیہ کا تعلق یکساں طور پر فرد اور معاشرے سے ہے ۔ دینی اور دنیوی امور سے بھی اور مادی و معنوی امور سے بھی۔ گویا کہ اس کا تعلق انفرادی و اجتماعی سطح پر انسان کے تمام تر افعال اختیاریہ سے ہوتا ہے۔قرآن میں ایسی متعدد آیات ہیں جن سے امامت کے مفہوم میں شامل ان تینوں صفات یا شرائط کی توثیق و تائید ہوتی ہے۔ پھر یہ کہ قرآن کا متعین کردہ امامت کا یہ مفہوم بنفسہ منصب امامت کی تعیین کی ضرورت پر دلیل کے طور پر کافی ہے۔ نیز یہ بھی کہ امام کا تقرر اللہ سبحانہ کی طرف سے ہو۔ کیونکہ انسان کو اس کے افعال اختیاریہ میں خوبی و کمال تک پہنچانا نص اور وحی الٰہی کے بغیر ممکن نہیں۔اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:
(فَلاَ تُزَكُّوا اَنفُسَكُمْ ہُوَاعْلَمُ بِمنْ اتَّقَى) (۱)
"تو اپنی پاکیزگی مت جتائو وہ خوب جانتا ہے کون پرہیزگار ہے۔ "
....

(۱) سورہ نجم ،آیت ۳۲۔

دوسری جگہ باری تعالیٰ نے فرمایا :
(بَلْ اللہُ يُزَكِّی مَنْ يَشَاء) (۱)
"بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک اور مقدس کرتا ہے۔"
سب سے پہلے یہاں قرآن کی چند آیتیں پیش کی جاتی ہیں جن سے امامت کے مفہوم مذکورہ تین صفات کی روشنی میں تعیین ہوسکے، باری تعالیٰ فرماتا ہے ۔
َ)امْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِہِا َوْلِيَاء فَااللہُ ہُوَ الْوَلِیُّ وَہُوَ يُحْيِ المَوْتَى وَہُوَ عَلَى كُلِّ شَيْئٍ قَدِير ں وَ مَا اخْتَلَفْتُمْ فِيہِ مِنْ شَيْئٍ فَحُكْمُہُ ا لَى اللہِ ذَلِكُمْ اللہُ رَبِّی عَلَيْہِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْہِ اُنِيبُ) (۲)
"کیا ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے سوا (دوسروں) کو سرپرست بنایا۔ تو سرپرست اللہ ہی ہے اور وہی مردوں کو زندہ کرے گا اور وہی سب کچھ کرسکتا ہے۔اور جس بات میں تم اختلاف کرو تو اس کا آخری فیصلہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے۔ (لوگوں) یہی تو اللہ ہے میرا مالک ،اسی پر میرا بھروسہ ہے اور اسی کی طرف میں رجوع کروں گا۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

....

(۱) سورہ نساء ،آیت۴۹۔
(۲) سورہ شوریٰ ،آیت۹،۱۰۔

بلاشہ یہ آیت دو بنیادی مفاہیم کی توثیق کرتی ہے۔
(۱) بے شک اللہ ہی ولی ہے ،اور انسان کیلئے جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کو ولی بنائے۔
(۲) ہر وہ چیز جس میں لوگ اختلاف کرتے ہوں، اس کا فیصلہ کرنے کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے۔
اور جب ہم ان دونوں مفاہیم کو ایک دوسرے کے ساتھ ملا کر دیکھتے ہیں تو یہ بات پورے طور پر واضح ہوجاتی ہے کہ حکومت و ولایت کا اصل حقدار صرف اللہ ہی ہے۔ اور اس کا کوئی شریک نہیں۔ لوگوں کے امور کی انجام دہی اور اس کی ولایت اور اس کا حکم و فیصلہ زندگی کے کسی ایک میدان میں منحصر نہیں ہے بلکہ وہ تمام مختلف فیہ اشیاء کو محیط ہے۔ اور مختلف فیہ شی، ہر وہ فعل ارادی ہے جسے انسان ایسے اسباب و عوامل کے تحت اختیار کرتا ہے جو اس کے ارادہ کا رخ متعین کرتے ہیں۔ فعل ارادی وہ شئ ہے جس میں لوگ اپنی خواہشات ،ضروریات ،طریقۂ کارمیں اختلاف کرتے ہیں اور مائدہ کی دوسری دو آیتوں کو ملاکر دیکھتے ہیں تو ہمارے سامنے قرآنی امامت کی شکل مکمل طو رپر واضح ہوجاتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
(اِنَّمَا وَلِیُّکُمْ اللّٰہُ وَ رَسُولُہُ وَ الَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاَ ةَ وَیُؤْتُونَ الزَّکَاۃَ وَہُمْ رَاکِعُونَ ں وَ مِنْ یَتَوَلَّ اﷲَ وَرَسُولَہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا فَ ِانَّ حِزْبَ اﷲِ ہُمْ الْغَالِبُونَ) (۱)
"تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسولؐاور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور وہ جھکے رہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐاور ایمان والوں سے دوستی رکھے گا اور اللہ کا ہی گروہ غالب رہے گا۔"
....

(۱) سورہ مائدہ ،آیت ۵۵،۵۶۔

ان دونوں آیتوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ کی ولایت اور اس کے رسول کی ولایت اور مومنین کی ولایت مطلق ہے کسی ایک میدان یا کسی ایک موضوع کے ساتھ مقید نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔
(وَاِذْ ابْتَلَیاا ِبْرَاہِیمَ رَبُّہُ بِکَلِمَاتٍ فَ َاتَمَّہُنَّ قَالَ اِ ِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ ا ِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی قَالَ لاَ یَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ) (۱)
"اور(یاد کرو) جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا اس نے باتوں کو پورا کیا ۔پروردگار نے فرمایا میں تجھ کو لوگوں کا سردار بنائوں گا (تاکہ قیامت تک لوگ تیری پیروی کریں) ابراہیم نے کہا اور میری اولاد کو فرمایا جو ظالم (بے انصاف) ہیں ان تک میرا یہ اقرار نہ پہنچے گا۔"
پس اللہ تعالیٰ نے یہاں امامت کو تمام کیلئے شامل مطلق قرار دیا جن کیلئے امام ہونا ممکن ہے ۔اور آیت (اِ ِنِّی جَاعِلُکَ ِمَامًا)سے مراد ہر وہ شئ جس میں لوگوں کو کسی امام و رہنما کی ضرورت ہو اور یہ صرف دنیا و آخرت فردی اور اجتماعی امور وغیرہ تک محدود و مقید نہیں ہے۔
ِ)انَّا َنزَلْنَاالَیکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَااَرَاکَ اﷲُ) (۲)
"(اے پیغمبر) ہم نے تجھ پر جو سچی کتاب اتاری تو اس لئے کہ لوگوں کا فیصلہ تو اس طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ نے رجھ کو دکھلایا۔"
....

(۱) سورہ بقرہ ،آیت۱۲۴۔
(۲) سورہ نساء ،آیت۱۰۵۔

اس خطاب کے مخاطب رسول اللہؐہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ لوگوں کے

درمیان تمام امور میں فیصلہ فرمائیں جن میں لوگ فیصلے کے محتاج ہوں۔ یہاں بھی لفظ "جَعَلَ" مطلق ہے کسی امر خاص

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے ساتھ مقید نہیں ہے چنانچہ آپؐلوگوں کے درمیان ان کے ہر پیش آمده مسئلہ میں فیصلہ کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے مزید فرمایا:

(يَاَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوااطِيعُوا اللهَ ا وَاطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ) (١)

"مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا اور حکم مانو اور حکومت والوں کا جو تم میں سے ہوں۔"

....

(١) سوره نساء ،آیت ٥٩.

یہاں بھی "اَطِيعُوا" کا صیغہ مطلق ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ ہر اس چیز میں اطاعت کرو جس کا وہ لوگ تمہیں حکم دیتے ہیں اور اطاعت کا موضوع کسی امر معین کے ساتھ مقید نہیں۔ چنانچہ وہ اطاعت و فرماں برداری جس کا ہمیں حکم دیا گیا ہے اس کاتعلق تمام اوامر و نواہی سے ہے۔

یہ بات بھی پیش نظر رہنی چاہیے کہ توحید کی طرح ہی امامت کو مرکز توجہ بنایا ہے۔ غالباً یہی وجہ ہے کہ امامت سے متعلق آیات ان سے کم نہیں ہیں جن کا تعلق توحید سے ہے۔ قرآن میں اکثر جگہوں پر توحید کے ذکر کے فوراً بعد امامت اور قیادت الٰہیہ کا ذکر ملتا ہے جیسا کہ مندرجہ زیل آیات سے واضح ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

(اِنَّ اللهَ لاَ يَغْفِرُ اَنْ يُشْرَكَ بِهِ وَيَغْفِرُمَادُونَ ذَلِكَ لِمنْ يَشَاء وَمنْ يُشْرِكْ بِااللهِ فَقَدْ افْتَرَى اِثْمًا عَظِيمًا ںالَمْ تَرَا لِى الَّذِينَ يُزَكُّونَ اَنفُسَهُمْ بَلْ اللهُ يُزَكِّى منْ يَشَاء وَلاَ يُظْلَمُونَ فَتِيلًا ں انظُرْ كَيْفَ يَفْتَرُونَ عَلَى االلهِ الْكَذِبَ وَكَفَى بِهِ اِثْمًا مُبِينًا ںاَلَمْ تَرَا لِى الَّذِينَ اُوتُوا نَصِيبًا مِنْ الْكِتَابِ يُؤْمِنُونَ بِالْجِبْتِ

وَ الطَّاغُوتِ وَيَقُولُونَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا هَؤُلاَئِ اَهْدَى مِنْ الَّذِينَ آمَنُوا سَبِيلًا ں اُولَئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمْ اللهُ وَمنْ يَلْعنْ اللهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهُ نَصِيرًا نام لَهُمْ نَصِيب مِنْ الْمُلْكِ فَاِذًا لاَيُؤْتُونَ النَّاسَ نَقِيرًا نام يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاهُمْ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ اِبْرَاہِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَآتَيْنَاهُمْ مُلْكًا عَظِيمًا ں فَمِنْهُمْ منْ آمَنَ بِهِ وَ مِنْهُمْ منْ صَدَّ عنْهُ وَكَفَى بِجَهَنَّمَ سَعِيرًا انَّ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِنَا سَوْفَ نُصْلِيهِمْ نَارًا كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُودُهُمْ بَدَّلْنَاهُمْ جُلُودًا غَيْرَہَا لِيَذُوقُوا الْعَذَابَاِنَّ اللهَ كَانَ عَزِيزًا حَكِيمًا ں وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِى مِنْ تَحْتِہَا الْاَنْہَارُ خَالِدِينَ فِيہَا اَبَدًا لَهُمْ فِيہَا اَزْوَاج مُطَهَّرَة وَ نُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيلًا انَّ اللهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمَانَاتِا لَى اَہْلِہَا وَ اِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوا بِالْعَدْلِاِنَّ اللهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهِاِنَّ اللهَ كَانَ سَمِيعًا بَصِيرًا ں يَاَيُّہَا الَّذِينَ آمَنُوا اَطِيعُوا اللهَ وَاَطِيعُوا الرَّسُولَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِى شَيْئٍ فَرُدُّوہُاِلَى اللهِ وَالرَّسُولِاِنْ كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِااللهِ وَ الْيَوْمِ الْآخِرِ ذَلِكَ خَيْر وَاَحْسَنُ تَاْوِيلًا ں اَلَمْ تَرَا لِى الَّذِينَ يَزْعُمُونَ اَنَّهُمْ آمَنُوا بِمَا اُنزِلَاِ لَيكَ وَ مَا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيدُونَ اَنْ يَتَحَاكَمُوا اِلَى الطَّاغُوتِ وَ قَدْ اُمِرُوا اَنْ يَكْفُرُوا بِهِ وَ يُرِيدُ الشَّيْطَانُ اَنْ يُضِلَّهُمْ ضَلاَلًا بَعِيدًا ں وَاِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلَى مَا اَنزَلَ اللهُ وَاِلَى الرَّسُولِ رَاَيْتَ الْمُنَافِقِينَ يَصُدُّونَ عنْكَ صُدُودًا ں فَكَيْفَ اِذَا اَصَابَتْهُمْ مُصِيبَة بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيهِمْ ثُمَّ جَائُوكَ يَحْلِفُونَ بِااللهِاِنْ اَرَدْنَا اِلاَّ اِحْسَانًا وَ تَوْفِيقًا ں اُولَئِكَ الَّذِينَ يَعْلَمُ اللهُ مَا فِى قُلُوبِہِمْ فَاَعْرِضْ عنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُلْ لَهُمْ فِى اَنفُسِہِمْ قَوْلًا بَلِيغًا ں وَمَا اَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍاِلاَّ لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللهِ وَلَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَلَمُوا اَنفُسَهُمْ جَائُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللهَ وَاسْتَغْفَرَلَهُمْ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا اللهَ تَوَّابًا رَحِيمًا ں فَلاَ وَرَبِّكَ لاَ يُؤْمِنُونَ حَتَّى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لاَ يَجِدُوا فِى اَنفُسِہِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَ يُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ں وَ لَوْ اَنَّا كَتا بْنَا عَلَيْہِمْ اَنْ اقْتُلُوا اَنفُسَكُمْ اَوْ اخْرُجُوا مِنْ دِيَارِكُمْ مَا فَعَلُوهُ اِلاَّ قَلِيل مِنْهُمْ وَ لَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَ اَشَدَّ تَثْبِيتًا ں وَاِذًا لَآتَيْنَاہُمْ مِنْ لَدُنَّا اَجْرًا عَظِيمًا ں وَ لَہَدَيْنَاہُمْ صِرَاطًا مُسْتَقِيمًا ں وَمنْ يُطِعْ اللهَ وَالرَّسُولَ فَاُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ اَنْعَمَ اللهُ عَلَيْہِمْ مِنْ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَ الشُّہَدَائِ وَ الصَّالِحِينَ وَ حَسُنَ اُولَئِكَ رَفِيقًا ں ذَلِكَ الْفَضْلُ مِنْ اللهِ وَكَفَى بِااللهِ عَلِيمًا) (١)

"بے شک اللہ تعالیٰ شرک کو تو بخشنے والا نہیں اور شرک کے سوا (جو گناہ) ہیں جس کو چاہے بخش دے (اور جس کو چاہے نہ بخشے عذاب کرے) اور جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا اس نے بڑا گناہ باندھا۔ (اے پیغمبر) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں آپ پاک (اور مقدس)کہتے ہیں (یہ سب غلط ہے)بلکہ اللہ جس کو چاہتا ہے پاک (اور مقدس) کرتا ہے۔ اور ایک تاگے برابر بھی ان پر ظلم نہ ہوگا۔(اے پیغمبر) دیکھ اللہ پر کیسا جھوٹ باندھتے ہیں او ریہی(یعنی جھوٹ) کھلا گناہ ہونے کے لئے کافی کرتا ہے۔(اے پیغمبر) کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو(اللہ کی) کتاب کا ایک ایک حصہ ملا وہ بت اور شیطان کو ماننے لگے اور کافروں(مکہ کے مشرکوں) کو کہتے ہیں کہ مسلمانوں سے تو یہ زیادہ ٹھیک راہ پرہیں۔ انہی لوگوں پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس پر اللہ لعنت کرے اس کا کوئی مددگار تو نہ پائے گا(جو اس کو عذاب سے بچائے)بھلا ان کے پاس سلطنت کا کوئی حصہ ہے اگر ہو تو لوگوں کو کھجور کی گھٹلی کے شگاف برابر بھی نہ دیں۔یا

جو اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو دیا۔ ان سے حسد کرتے ہیں ۔یہ (کوئی نئی بات نہیں) ہم نے ابراہیم کی اولاد (دائود اور سلیمان٪) کو کتاب اور پیغمبری دی تھی اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت بھی دی تھی پھر ان میں سے کوئی تو اس پر ایمان لایا اور کوئی اس پر ایمان لانے سے رک رہا(یا لوگوں کو روک دیا) اس کو دوزخ کی دھکتی ہوئی آگ کافی ہے جن لوگوں نے ہماری آتیوں سے انکار کیا ان کو ہم آگ میں ڈالیں گے۔ ہر بار جب ان کی کھال گل جائے گی تو ہم ان پر دوسری کھالیں چڑھائیں گے اس لئے کہ عذاب کا مزہ چکھتے رہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ زبردست ہے حکمت والا ہے۔ اور جو ایمان لائے اور نیک کام کئے ان کو ہم باغوں میں لے جائیں گے جن کے تلے نہریں بہہ رہی ہیں اور وہ ہمیشہ ہمیشہ ان میں رہیں گے ان کو صاف ستھری بیویاں ملیں گی۔ اور ہم ان کو گھنے ہوئے سائے میں لے جائیں گے۔ (مسلمانو)اللہ تم کو حکم کرتا ہے کہ امانتیں امانت والوں کو پہنچائو۔ اور جب لوگوں کا(مقدمہ) فیصلہ کرو تو انصاف سے فیصلہ کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اچھی نصیحت کرتا ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ سنتا اور دیکھتا ہے۔ مسلمانو اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور حکومت والوں کا جو تم میں سے ہوں ۔پھر اگر تم میں کسی مقدمہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ تعالیٰ اور رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور پچھلے دن پر ایمان ہے۔ یہ (تمہارے حق میں)بہتر ہے اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔ (اے پیغمبر)کیا تو نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (منہ سے)کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے جو تجھ پر اترا (یعنی قرآن پر)اور جو تجھ سے پہلے (اور پیغمبروں پر) اترا (باوجود اس کے) وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ شیطان کے پاس لے جائیں۔ حالانکہ ان کو حکم ہو چکا ہے کہ شیطان کی بات نہ مانیں اور شیطان چاہتا ہے کہ ان کو بہکا کر دور پھینک دے۔اور جب ان سے کہا جاتا ہے اس طرف آئو جو اللہ نے اتارا اور رسول کی طرف تو منافقوں کو دیکھتا ہے تو رک کر منہ پھیر لیتے ہیں پھر اس وقت ان کا کیا حال ہوگا (کیسے ذلیل و خوار ہوں گے) جب انہی کے کاموں کی سزا میں ان پر کوئی مصیبت آن پڑے گی اور اللہ کی قسم کھاتے ہوئے تیرے پاس آئیں گے کہ ہم تو صرف سلوک اور میل جول چاہتے تھے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کی باتیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ تو ان سے درگذر کر اور ان کو سمجھا دے۔ اور ایسی بات کہہ جو ان کے دل پر چوٹ لگائے۔ اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے اور اگر یہ لوگ جس وقت انہوں نے قصور کیا تھا تیرے پاس آ کر اللہ تعالیٰ سے معافی مانگتے اور(پیغمبر بھی) یعنی تو بھی ان کیلئے معافی چاہتا تو بے شک اللہ تعالیٰ کو بڑا معاف کرنے والا مہربان پاتے۔(اے پیغمبر)قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں پھر تیرے فیصلہ سے ان کے دلوں میں کچھ اداسی نہ ہو اور (خوشی خوشی) مان کر منظور کرلیں۔ اور اگر ہم ان کو (یعنی ان منافقوں کو) حکم دیتے کہ اپنے آپ کو مار ڈالو یا اپنے دیس سے نکل جائو تو ان میں چند لوگوں کے سوا کوئی اس پر عمل نہ کرتا اور اگر یہ لوگ (یعنی منافق) جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے اس پر چلتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور دین پر خوب جمے رہتے۔ اور اس وقت (جب وہ ایسا کرتے) ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتے اور ان کو سیدھی راہ پر ضرور لگادیتے اور جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسولؐ کا کہا مانیں وہ جنت میں ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن کو اللہ تعالیٰ نے سرفراز کیا یعنی پیغمبر اور سچے لوگ اور شہید اور نیکوں کے ساتھ اور وہ بہتر رفیق ہیں یہ فضل اللہ کی طرف سے ہے اور یہ بات کافی ہے کہ وہ(بندوں کے حالات نیتوں اور اعمال) سے آگاہ ہے۔ "

....

(۱) سورہ نساء ،آیت ٤٨ تا ٦٩۔

ان آیات میں قرآن کریم نے پہلے توحید کے مفہوم سے اپنی بات کی ابتداکی ہے پھر امامت کے موضوع کی طرف منتقل ہوا۔ جس سے اس بات کی توثیق ہوتی ہے کہ توحید الٰہی کی تکمیل عملی طور پر صرف اور صرف ربّانی قیادت کے ضمن میں ہی ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے امامت کے مقاصد اور اس کے مضمون و مصداق اور حدود و واجبات کو مدنظر رکھتے ہوئے بکثرت آیات میں امامت پر زور دیا ہے' جیساکہ سورئہ حدید میں اللہ تعالیٰ فرماتاہے:

(لَقَدْ َرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَہُمْ الْکِتَابَ وَالْمِیزَانَ لِیَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) (۱)

"ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری (تورات ،انجیل ،زبور ،قرآن) اور انصاف کا ترازو اتارا۔ اس لئے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

....

(۱) سورہ حدید،آیت ۲۵۔

چنانچہ ان کی قیادت و رسالت اور امامت کا مقصد یہ ہے کہ لوگ انصاف کو قائم کریں اور وہ چیز جس کا اس بات میں دخل ہوکہ لوگ اس میں انصاف کی روش اختیار کریں،تو وہ ان میں آئمہ کیوں کہ انہیں اس بات کا ذمہ دار بناکر بھیجا گیا ہے کہ لوگ انصاف قائم کریں۔ ہر وہ چیز جو لوگوں کیلئے انصاف فراہم کرے، اور عدل قائم کرے یا لوگوں سے ظلم کا خائمہ کرے تو وہ اس میں امام ہیں۔

اسی طرح وہ آیات بھی مطلق ہیں جن میں اللہ اور نبی کریمؐاور دیگر رسولوں کی اطاعت پر زور دیا گیا ہے۔

اللہ نے فرمایا:

َ)طِیعُوا اللہَ وَالرَّسُولَ) (۱)

"اللہ اور رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کرو۔"

اللہ نے بڑے بزرگ انبیاء اور رسل کی زبان سے یہ کہلوایا:

(فَاتَّقُوا اللہَ وَ َطِیعُونِی) (۲)

"اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو۔"

....

(۱) سورہ آل عمران ،آیت۳۲۔
(۲) سورہ شعراء ،آیت۱۵۰۔

ہمیں ہرگز ہرگز ایک بھی ایسی آیت نہیں ملتی ہے جس سے یہ معلوم ہوکہ اللہ کی اطاعت صرف اخروی امور میں یا قبر کے بعد کی زندگی میں صرف عبادت مینخدا کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔ "طِیعُونِی" کا لفظ مطلق مذکور ہے اور دینی اور دنیاوی تمام امور پر مشتمل ہے اللہ نے اپنے نبی صالح ـ کی زبان سے کہلوایا :

(فَاتَّقُوااللہَ وَ َطِیعُونِی ں وَلاَ تُطِیعُواَمْرَالْمُسْرِفِینَ ں الَّذِینَ یُفْسِدُونَ فِی الْ َرْضِ وَلاَ یُصْلِحُونَ) (۱)

"اللہ سے ڈرو اور میری اطاعت کرو اور مسرفین کے حکم کی اطاعت مت کرو جو لوگ زمین مینفسادوبگاڑپھیلاتے ہیناوراصلاح نہینکرتے ہیں۔"

....

(۱) سورہ شعراء ،آیت ۱۵۰ تا ۱۵۲۔

یعنی میری اطاعت کرو فساد پھیلانے والوں کی اطاعت مت کرو اس آیت شریفہ میں نبی صالح ـ اپنی قوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

"میں تمہارے پاس آیا تاکہ اس زندگی میں تمہاری قیادت و امامت کروں اور تمام امور کی باگ ڈور میرے ہاتھ میں ہو او رمیں متکبرین اور مفسدین کی اطاعت کرنے سے تمہیں روکوں۔"

چنانچہ امامت قرآنی مفہوم کے اعتبار سے دنیاوی اور دینی ا مور میں ریاست عامہ سے عبارت ہے یا جیساکہ ہم نے پہلے کہا امامت انسان کو اس کے افعال اختیاریہ میں عروج کمال تک پہنچاتی ہے۔ قرآن کی نظر میں امامت کا مفہوم ہے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امامت اور حقیقت توحید

قرآن میں بکثرت ایسی آیتیں مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ اطاعت، ولایت، حکم و فیصلہ اور بادشاہت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے نہ تو حکومت میں اس کا کوئی شریک ہے اور نہ ہی حکم و فیصلہ میں‌جس طرح ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ ہم خدا کی عبادت میں کسی اور کو شریک ٹھہرائیں کہ اس کی عبادت کے ساتھ دوسرے کی پرستش کریں اسی طرح اطاعت

میں بھی ہمارے لئے یہ قطعاً درست نہیں کہ ہم اللہ کی اطاعت میں اس کے غیر کو بھی شامل کریں۔ اطاعت صرف اللہ کیلئے ہے اس بات کے پیش نظر ضروری ہے کہ اللہ اپنے مخلوق میں سے کسی کو امام متعین کرے تاکہ امام کی اطاعت اللہ کی اطاعت کے قائم مقام ہو۔ گویا متعین طور پر اس کی جانب سے ایسا امام ہو کہ اللہ تعالیٰ جس کی اطاعت کا حکم دے تاکہ امام کی اطاعت کے ذریعے اطاعت خداوندی میں توحید ثابت و ظاہر ہوجائے اور امام کی یہ اطاعت اللہ کی اطاعت کے ہی ہم معنی ہوگی اور اللہ سبحانہ کی اطاعت و بندگی میں وحدانیت کا حصول صرف اس امام کی اطاعت کے ذریعے ہی ممکن ہے جس کا تعیین و تقرر اللہ کی جانب سے ہوا ہو اور جو صرف اللہ کی مرضی و منشاء کے مطابق امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا کام انجام دے۔

متعدد آیات میں یہ بات مذکور ہے کہ طاعت و بندگی صرف اللہ کے لئے ہے اور حکومت و بادشاہت اور امر و ولایت اللہ کی ذات کے ساتھ ہی مختص ہے۔ جسے چاہتا ہے حکومت و بادشاہت کیلئے منتخب کرتا ہے ان میں سے بعض آیات کا تعلق عبادت سے ہے مثلاً اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء کی زبان سے کہلواتا ہے:

(وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوحًا اِلَی قَوْمِہِ فَقَالَ یَاقَوْمِ اعْبُدُوا اﷲَ مَا لَکُمْ مِنْ اِلَہٍ غَیْرُہُ اَفَلاَتَتَّقُونَ) (۱)

"اور ہم نوح کو اس قوم کی طرف پیغمبر بنا کر بھیج چکے ہیں تو انہوں نے اپنی قوم سے کہا لوگو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا سچا معبود نہیں کیا تم اس کے عذاب سے نہیں ڈرتے۔"

....

(۱) سورہ مومنون،آیت ۲۳۔

(وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّ اُمَّۃٍ رَسُولاً اَنْ اُعْبُدُوا اﷲَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) (۱)

"اور ہم نے ہر قوم میں ایک پیغمبر (یہ کہہ کر) بھیج چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرے اور طاغوت سے بچے رہے۔"

عبادت کے معنی اللہ کی تابعداری اور اس کی مکمل اطاعت و بندگی کے ہیں۔ ظاہری سطح پر محض رسم و رواج کا نام نہیں ہے۔ بعض آیتیں امر و حکم سے متعلق ہیں جیساکہ اللہ کا ارشاد ہے:

(اَلاَ لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اﷲُ رَبُّ الْعَالَمِینَ) (۲)

"سن لو! اسی نے سب کچھ بنایا اسی کی حکومت ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔"

اس آیت کے ذریعے یہ بات واضح کردی گئی کہ خلق و امر کا کام اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ اسی طرح اس کے غیر کو صرف اس بادشاہت و حکومت کا اختیار ہوگا جو اللہ نے اسے عطا کیا ہو کیوں کہ تمام تر اختیارات اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔

اسی طرح قرآن کی بعض آیات خدا کی حاکمیت (حکم)کو واضح کرتی ہے:

(اَلاَلَہُ الْحُکْمُ) (۳)

"اسی کا حکم چلتا ہے۔"

(اِنْ الْحُکْمُ اِلاَّ لِلَّہِ) (٤)

"اللہ کے سوا کسی کو اختیار نہیں۔"

....

(۱) سورہ نحل ،آیت۳٦۔
(۲) سورہ اعراف ،آیت٥٤۔
(۳) سورہ انعام ،آیت٦۲۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(٤) سورہ انعام ،آیت٥٧.

(وَلاَ یُشْرِکُ فِی حُکْمِہِ َحَدًا) (١)
"اور وہ اپنے فرمان میں کسی کو شریک نہیں کرتا."
اور بعض آیتوں کا تعلق بادشاہت سے ہے:
(قُلْ َعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ں مَلِکِ النَّاسِ) (٢)
"(اے پیغمبر) کہو میں پناہ میں آیا لوگونکے ربّ کی ،لوگوں کے بادشاہ کی."
....

(١) سورہ کہف،آیت٢٦.
(٢) سورہ النّاس،آیت٢،١.

مذکورہ بالا حوالوں اور تشریحات قرآنی سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ اللہ ہی بادشاہ امر و نہی کا سزاوار، حاکم مطلق ہے. لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ حکومت و قیادت اور امر و نہی کے کام کو بالذات اور بلا واسطہ انجام دیتا ہے اس لئے کہ وہ بشریت سے منزہ ہے اور وہ کوئی مرئی جسم نہیں رکھتا.
بلکہ یہ ضروری ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ لوگوں کے مابین انہی کے مثل انسان کے ذریعہ قیادت و حکومت کے کام کو عمل میںلائے کہ حاکم و محکوم میں سے ہر ایک دوسرے کو دیکھ رہا ہو. خوردونوش اور دیگر بشری ضروریات میں وہ عام لوگوں کے ہم مثل ہو.
نیز یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی مخصوص صفات کا حامل ہو جس کی بنیاد پر وہ اس بات کا اہل ہوسکے کہ وہ لوگوں کے سامنے احکام الٰہی کی توضیح کرے. اطاعت و بندگی کی دعوت دے اور ان امور کی طرف ان کی رہنمائی کرے جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں.
اسی طرح اس ربانی انسان کی اطاعت جس کے پاس من جانب اللہ ایسے دلائل و براہین موجود ہوں جو اس کو امامت و قیادت کے منصب سے سرفراز کئے جانے پر دلالت کرتے ہوں اللہ کی اطاعت، حاکمیت میں اس طرح کی تابعداری اللہ کی تابعداری ہوگی.
مذکورہ بالا باتوں سے یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ حکومت الٰہیہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ براہ راست حکم الٰہی کا نفاذ ہوجائے بلکہ اس کا مطلب و مقصود یہ ہے کہ حکم الٰہی کا نفاذ اللہ کے نمائندوں اور ان افرا دکے ذریعے جنہیں اللہ نے حکم و فیصلہ کی اجازت دی ہے ، عمل میں آئے، نیابتی اقتدار یا حکومت کا معاملہ صرف ربانی حکومتوں کے ساتھ ہی خاص نہیں بلکہ انسانی حکومتیں بھی اسی انداز پر چلتی ہیں.
مثال کے طو رپر جب ہم یہ کہتے ہیں کہ فلاں شخص اس ملک کا قائد اور حاکم ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں ہوتا ہے کہ اس ملک کا حاکم اور قائد قیادت اور حکومت کے تمام امور کو بذات خود انجام دیتا ہے بلکہ اس کے لئے معاونین ،نمائندگان ممبران اور ایک ایسے نظام کی ضرورت پڑتی ہے جس کے تحت اس کے فرمان جاری و نافذ ہوسکیں اور رعایا کی انجام دہی ممکن ہو.
چنانچہ جب لوگ یہ کہتے ہیں کہ فلاں آدمی ہمارا قائد ہے ،اس کا مطلب قطعاً یہ نہیں ہوتا کہ ان میں سے ہر فرد کا تعلق اس قائد سے براہ راست ہے بلکہ حقیقت میں قائد اپنی طرف سے کچھ ایسے نمائندہ افراد کا تقرر کرتاہے جو اس کی نیابت میں ملکی امور کو انجام دیتے ہیں اور ان کا حکم قائد کے مانند ہی ہوتا ہے.اور اس نمائندے کی اطاعت قائد اعلیٰ کی اطاعت کے قائم مقام ہوتی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے:
(قُلْ اللَّھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ منْ تَشَائُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمنْ تَشَائُ) (١)

" آپ فرما دیجئے کہ اللہ ہی بادشاہت و ملک کا مالک ہے جسے چاہتاہے بادشاہت عطا کرتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ملک و بادشاہت چھین لیتا ہے."
....

(١) سورہ آل عمران ،آیت ٢٦.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ تو ہی حکومت و اقتدار عطا کرتا ہے اور تو ہی اس اقتدار و حکومت کو چھین لیتا ہے ۔تیرے علاوہ کسی کو بھی یہ اختیار حاصل نہیں کہ وہ حکومت و اقتدار عطا کرے اور چھین لے۔اور تو ہی جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ذلت۔ ہر قسم کی خیر و بھلائی تیرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے اور تو ہر چیز پر قادر ہے۔
سورئہ بقرہ میں طالوت کے واقعہ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
(وَ قَالَ لَہُمْ نَبِیُّہُمْ ا انَّ اللہَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوتَ مَلِکًا قَالُوا اَنَّی یَکُونُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَیْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ یُؤْتَ سَعَۃً مِنْ الْمَالِ قَالَ ا انَّ اللہَ اصْطَفَاہُ عَلَیْکُمْ وَ زَادَہُ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَ اللہُ یُؤْتِی مُلْکَہُ منْ یَشَاء وَاللہُ وَاسِع عَلِیم) (۱)
"اور ان کے پیغمبر نے ان سے کہا اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے ۔وہ کہنے لگے طالوت ہمارا بادشاہ کیوں کر ہوسکتا ہے ۔طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے ،اور اس کو مال و دولت کی فراغت بھی نہیں۔ پیغمبرؐ نے کہا اللہ نے تم پر(حکومت کرنے کیلئے)اس کو پسند کیا ہے اور(دوسری یہ کہ) اللہ نے اس کو علم اور جسم کی گنجائش (تم سے) زیادہ دی ہے اور (تیسرا یہ کہ) اللہ جس کوچاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے۔"
....

(۱) سورہ بقرہ،آیت ۲٤۷.

اس آیت کریمہ میں یہ تصریح موجود ہے کہ اقتدار و حکومت الٰہی صرف اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے ۔اس سلسلہ میں قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے ۔
(قَالَ ا انَّ اللہَ اصْطَفَاہُ عَلَیْکُمْ وَزَادَہُ بَسْطَۃً فِی الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ وَاللہُ یُؤْتِی مُلْکَہُ منْ یَشَاء)
"پیغمبر نے کہا اللہ نے تم پر (حکومت کرنے کیلئے)اس کو پسند کیا ہے اور اللہ نے اس کو علم اور جسم کی گنجائش(تم سے) زیادہ دی ہے اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی سلطنت دیتا ہے۔"
اللہ عزوجل ہی جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت و اقتدار کو نافذ کرنے کیلئے منتخب کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اقتدار عطا کرتا ہے۔قرآن کہتا ہے:
(وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّہِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًاوَلَمْ یَکُنْ لَہُ شَرِیک فِی الْمُلْکِ) (۱)
"اور کہو سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اولاد نہیں رکھی اور نہ کوئی سلطنت میں سے اس کا کوئی ساجھی ہے۔"
....

(۱) سورہ اسراء ،آیت ۱۱۱.

اگر کوئی شخص اللہکے علاوہ کسی اور کیلئے اقتدار اور حکومت اور امرو نہی کا اختیار مانے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے اللہ کی حکومت و قدرت میں اس کا ایک شریک ٹھہرادیا اور یہ امر اللہ کی اطاعت و بندگی میں شرک کی مانند ہے جس کو قرآن نے صراحتاً مسترد کر دیا ہے۔ہاں الٰہی سلطنت کے قیام کے لوگوں کی رائے و اختیار شامل ہونا چاہیے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ قیادت الٰہی کیلئے تعاون اور اس کے قیام کیلئے کوشش کرنا ہے تا کہ قیادت الٰہی معاشرے میں قیام عدل

کر سکے۔پس الٰہی سلطنت اور انبیاء کی سلطنت کا مصدر صرف اور صرف ذات خداوندی ہے پس ملک و حکومت صرف اللہ کیلئے سزاوار ہے اور جس کو چاہے منتخب کرتا ہے۔
کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ حاکم کا تقرر و تعین تو اللہ کی طرف سے ہوتا ہے مگر لوگ اس کی اطاعت نہیں کرتے اور نہ ہی مدد اور نہ ہی اس کی قیادت و امامت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن لوگوں کے اس کی اطاعت و نفرت اور اس کی قیادت کو تسلیم نہ کرنے سے قانون حق و جواز سلب نہیں ہوتا ہے جسے اللہ نے اسے لوگوں کے امور کے نفاذ کیلئے اس کا تقرر و تعین کر کے دیا ہے،بلکہ وہی حاکم قانونی و شرعی ہے اور امام حق ہے اگر چہ لوگوں کے اس کے مخالف ہونے اور ان کے اس کا تعاون نہ کرنے کی وجہ سے اسے اقتدار حکومت کے اختیار کے استعمال کا موقع عملی طور پر حاصل نہ ہوا ہے۔
حکومت کو قدرت و طاقت بخشنے کیلئے عوامی رائے ضروری ہے لیکن لوگونکی آراء پر قیام حکومت کا دارو مدار نہیں یعنی حاکم یا قائد کی قیادت کے قانونی طور پر جائز یا ناجائز ہونے میں عوامی رائے کا کوئی کردار نہیں ہوتا بلکہ حکومت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

و قیادت کے قیام و نفاذ میں اس کا رول ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب تک لوگ قائد کی قیادت کو تسلیم نہ کریں اس کے امر و حکم کی بجا آوری پر خود کو راضی نہ کریں، اور اپنے طور پراسے مطلوبہ مدد نہ پہنچائیں تو خواہ وہ قائد یا حاکم کتنا ہی اہل اور صالح مزاج و فکر کا کیوں نہ ہو وہ صحیح طور پر اپنی ذمہ داری ادا نہیں کرسکتا۔
ربّانی نظریۂ امامت اور اس مادی نظریہ امامت میں بنیادی فرق یہی ہے۔جو اس کائنات مینکسی خدا کے وجود کو تسلیم نہیں کرتی۔چنانچہ ہم کہتے کہ حق اور عدل لوگوں کے اختیار اور پسندیدگی سے پہلے ہے(یعنی ایسا نہیں کہ عدل و انصاف اور حق کا وجود تب ہوگا جبکہ امام لوگوں کی رائے سے منتخب ہو) اور لوگونکیلئے ضروری ہے۔جیسا کہ انسانی عقل و وجدان اور ضمیر کا تقاضا ہے کہ وہ اس قائد کو پسند کریں۔ہاں البتہ مادی نظریہ کے مطابق لوگوں کی طرف سے پسندیدگی کے بغیر امامت کے عدل و انصاف کا تصور نہیں کیا جاسکتا۔اس مادی نظریے نے اخلاقیات اور اعلیٰ اقدار انسانی کا جنازہ نکال کر رکھ دیا ہے۔اگر ہم اس بات سے انکار کریں کہ لوگوں کی عدم رضا کے باوجود جو امامت قائم ہوئی وہ حق پر ہے اورانسان کے مطابق ہے۔تو پھر اخلاقی اقدار کا وجود کہاں رہا؟ کہ جن کی لوگ پیروی کریں اور مصلحین اس کی لوگوں کو دعوت دیں۔پھر تو اخلاق کا اطلاق ان تمام چیزونپر ہوگا جس کو لوگ اپنے طور پر پسند کرلیں۔خواہ وہ جیسی بھی ہوں ۔گویا اگر لوگ صالحین اور انبیاء کے قتل پر بعض مفسدین اور تکبر پسندونکے بھڑکانے پر متفق ہوجائیں،جیسا کہ تاریخ کے مختلف دور میں ایسے واقعات بکثرت پیش آچکے ہیں تو انہیں اخلاقی طور پر مذموم نہیں سمجھنا چاہیے کیونکہ یہ سب کچھ لوگونکی مرضی اور منشا سے ہوا ہے اور جو لوگوں کی مرضی اور ارادے سے ہو وہ صحیح اور قابل جواز ہے۔اگر اسے تسلیم کر لیا جائے پھر اہل اصلاح،اخلاق پسندوں اور ماہرین تعلیم و تربیت کی کوئی ضرورت نہینرہ جائے گی اور اخلاق و اقدار کا انسانی معاشرے میں کوئی معنی نہیں رہ جاتا۔پھر تو انفرادی یا اجتماعی سطح پر جو کچھ بھی پیش آرہا ہے اس سے اہل اخلاق و اصلاح کو کوئی غرض نہیں ہونی چاہیے۔
بہرحال انسانی عقل و وجدان کے مطابق،ایسے مسلّم انسانی اخلاق و اقدار کا پایا جانا ناگزیر ہے جو حق و عدل کا مظہر ہوں اور انسان کی اپنی خواہش اور چاہت پر موقوف نہ ہوں۔یہ اعلیٰ اخلاقی و انسانی اقدار ہی بذات خود قابل اعتبار و استناد ہیں اور خداوند قدوس ہی حکومت و قیادت کے قانونی ماخذ کی حیثیت رکھتی ہے۔مذکورہ بالا آیات اور آگے آنے والی آیات بطور دلیل اس بات کے اثبات کیلئے کافی ہیں۔
قرآن میں خدا ارشاد فرماتا ہے:
(وَقُلْ الْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًاوَلَمْ یَکُنْ لَہُ شَرِیک فِی الْمُلْکِ) (۱)
"اور کہو سب تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے جس نے اولاد نہیں رکھی اور نہ کوئی سلطنت میں سے اس کا کوئی ساجھی ہے۔"
(فَتَعَالَی اللهُ الْمَلِکُ الْاحَقُّ) (۲)
"تو اللہ کی شان بلند ہے جو سچا بادشاہ ہے (وہی مالک حقیقی ہے)۔"
(لَہُ الْمُلْکُ وَلَہُ الْحَمْدُ) (۳)
"اسی کی(سارے جہاں میں)بادشاہت اور اسی کو تعریف سجتی ہے۔"
(تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِهِ الْمُلْکُ) (٤)
" بڑی برکت والا ہے وہ (خدا) جس کے ہاتھ میں (سارے جہاں کی) بادشاہت ہے۔"
....

(۱) سورہ اسراء ،آیت۱۱۱۔
(۲) سورہ طہٰ ،آیت۱۱٤۔
(۳) سورہ تغابن ،آیت۱۔
(٤) سورہ ملک ،آیت۱۔

تمام بادشاہت و حکومت اللہ کے لئے ہے اور اللہ ہی کائنات کا مالک حقیقی اور بادشاہ ہے۔ اس بادشاہت سے مراد صرف آخرت کی بادشاہت یاحکومت ہی نہیں بلکہ اللہ کو دونوں جہانوں کی مطلق حاکمتی حاصل ہے۔ مذکورہ بالا آیات اور دیگر بہت سی آیتیں اللہ کی اس صفت پر دلالت کرتی ہیں۔

اللہ نے فرمایا :

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(لَہُ الْحَمْدُ فِی الْ ُولَی وَالْآخِرَۃِ وَلَہُ الْحُکْمُ) (۱)
"دنیا اور آخرت میں اسی کو تعریف سجتی ہے اور دونوں جگہ اسی کی حکومت ہے۔"
(یُولِجُ اللَّیْلَ فِی النَّہَارِ وَیُولِجُ النَّہَارَ فِی اللَّیْلِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ کُلّ یَجْرِی لِ جَلٍ مُسَمًّی ذَلِکُمْ اﷲُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِینَ تَدْعُونَ مِنْ دُونِہِ مَا یَمْلِکُونَ مِنْ قِطْمِیرٍ) (۲)
" وہ رات کو دن میں کرتا ہے اور دن کو رات میں۔ سورج اور چاند کو اس نے تمہارے لئے مسخر کردیا ہے ان میں سے ہر ایک کو ایک معین وقت تک اپنی حرکت جاری رکھنا ہے۔ یہ ہے تمہارا پروردگار اللہ ،حاکمیت اسی کیلئے ہے اور جنہیں تم اس کے علاوہ پکارتے ہو اور ان کی عبادت کرتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے برابر بھی حاکمیت (اور مالکیت) نہیں رکھتے۔"
(وَاﷲُ یُؤْتِی مُلْکَہُ منْ یَشَاء وَاﷲُ وَاسِع عَلِیم) (۳)
" اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے اور سب کچھ جاننے والا ہے۔"
مذکورہ بالا قرآنی اور دیگر متعدد آیتوں کے ذریعے اطاعت میں اللہ کی توحید پر زور دیا گیا ہے۔ توحید خداوند کے مفہوم کے اندر اطاعت میں خدا کی توحید کے معنی شامل ہیں۔ عبادت و عقیدہ میں توحید اللہ کی اطاعت میں توحید کے بغیر مکمل نہیں ہوتی۔

....

(۱) سورہ قصص ،آیت۷۰۔
(۲) سورہ فاطر ،آیت۱۳۔
(۳) سورہ بقرہ ،آیت۲۴۷۔

دوسری بحث
امامت کی تکمیل و تعیین الٰہی ذریعہ سے ہی ممکن ہے

ہم نے گذشتہ صفحات میں قرآن کی روشنی میں امامت کی تعریف کی وضاحت کی ہے اور امام اور امامت کے سلسلے میں قرآن کریم کے متعین کردہ مفہوم کو پیش کیا ،نیز ہم نے واضح و روشن دلائل اور قرآنی نصوص کی بنیاد پر یہ بتایا کہ امامت کا مفہوم انسان کو اس کی زندگی کے تمام اختیاری امور میں عروج کمال تک پہنچانا ہے۔ اب ہم یہاں پر قرآن میں موجود نظریۂ امامت پر بحث کریں گے چوں کہ امامت ایک ربانی منصب ہے لہٰذا خدا جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہےلہٰذا امامت کی تعیین و تحدید کا اختیار صرف اللہ کیلئے ہے اور یہ اختیار لوگوں کے پاس نہیں ہے اور ہم دیکھیں گے کہ قرآن میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ امامت ایک ربانی امر ہے۔ اس منصب کو انجام دینے کیلئے اللہ لوگوں کو منتخب کرتا ہے اور اللہ نے امامت کے امور کو لوگوں کی اپنی پسند اور اختیار پر نہیں چھوڑا ہے گزشتہ صفحات میں مذکورہ باتیں بذات خود اس بات کی دلیل ہیں کہ منصب امامت کا تعیین و تقرر خدا کی طرف سے ہونا چاہیے کیوں کہ امامت سے مراد انسان کی اس کے تمام اختیاری امور میں اللہ کے متعین کردہ حدود کے مطابق قیادت کرنا ہے۔ اس مفہوم سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے انتخابِ امام کا امر اللہ کے ساتھ مختص ہے۔ عام انسانوں کے لئے یہ ممکن نہیں کہ خود امامت کی اہلیت و صلاحیت رکھنے والوں کا انتخاب کردیں۔ بہرحال یہ بات واضح ہے کہ منصب امامت کی تحدید و تعین صرف اللہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔
قرآن کی تحدید کے مطابق امامت کا یہ مفہوم بذات خود نظریہ النص اور تعین الٰہی کیلئے لازمی حیثیت رکھتا ہے تاہم اس نکتے سے قطع نظر قرآن میں یہ بات بالکل صاف اور واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ قرآن نے صرف منصب امامت کیلئے کسی فرد کے من جانب اللہ تعین و تقرر کی تاکید و تصریح پر ہی اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ قرآن نے عملی طور پر بھی برت کر دکھایا ہے ۔ہم مناسب جگہ پر اس پر روشنی ڈالیں گے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

یہاں پر ہمارا موضوع بحث قرآن میں منصب امامت کی تعین کا نظریہ ہے اور ہم اس حوالے سے قرآن کی چند ایسی آیتوں کا ذکر کریں گے جن میں اس کی تاکید کی گئی ہے کہ منصب امامت کیلئے کسی شخص کے تعین و تقرر کا اختیار صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے۔اس ضمن میں قرآن میں بہت ساری آیات وارد ہوئی ہیں۔ ہم نمونے کے طور پر مندرجہ ذیل آیات کو بیان کریں گے۔

١_ آیات امر
یہ آیتیں اس بات پر دلالت کرتی کہ امر و حکومت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے ظاہر ہے ۔
(بَلْ لِلّٰہِ الْاَمْرُ جَمِیعًا) (١)
"بلکہ اللہ ہی کے لئے تمام حکومت ہے۔"
....

(١) سورہ رعد ،آیت٣٦۔

دوسری جگہ ہے :
(لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ) (١)
"اس نے سب کچھ بنایا اور اس کیلئے حکومت ہے۔"
اس عبارت میں حصر کا معنی پایا جاتاہے کیوں کہ اس میں تقدیم کو تاخیر کیا گیا ہے جیساکہ جار اور مجرور کو عامل پر مقدم کرنا اور مفعول کو فاعل پر مقدم کرنا جیساکہ اس آیت میں :
(اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِینُ) (٢)
" ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ "
حصر پر دلالت کرتی ہے۔
اللہ کے اس قول (لَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ)کا مفہوم یہ ہے کہ خلق وامر صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے ۔اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیں ۔اب ہم اس پوری آیت کو دیکھتے ہیں جیساکہ قرآن کریم میںوارد ہے کہ :
(اِنَّ رَبَّکُمْ اﷲُ الَّذِی خَلَقَ السَّمَاوَاتِ وَالْاَرْضَ فِی سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوَی عَلَی الْعَرْشِ یُغْشِی اللَّیْلَ النَّہَارَ یَطْلُبُہُ حَثِیثًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِاَمْرِہِ اَلاَلَہُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبَارَکَ اﷲُ رَبُّ الْعَالَمِینَ) (٣)
"بے شک تمہارا مالک اللہ ہے جس نے آسمانوں و زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر وہ جہاں کے انتظام کی طرف متوجہ ہوا۔وہ رات سے دن کو ڈھانپتا ہے اور
رات دن کے پیچھے لگی دوڑی آرہی ہے اور سورج اور چاند تاروں کو پیدا کیا کہ وہ سب اس کے حکم کے تابعدار ہیں۔ سن لو اسی نے سب کچھ پیدا کیا اسی کی حکومت ہے اللہ تعالیٰ کی بڑی برکت ہے جو سارے جہان کا مالک ہے۔"
....

(١) سورہ اعراف،آیت٥٤۔
(٢) سورہ حمد،آیت٥۔
(٣) سورہ اعراف ،آیت٥٤۔

اس آیت کے مفہوم کا خلاصہ یہ ہے کہ اس کائنات میں ہر چیز اللہ کے حکم کے تابع ہے لہٰذا خلق اور امر و حکومت بھی اسی کیلئے ہے چنانچہ امرونہی اللہ کے لئے ہے لہٰذا کسی اور کوامر ونہی کرنے کا حق نہیں ہے۔اللہ کی ذات کے ساتھ امر کے خاص ہونے کا مقصود یہ ہے کہ اقتدار و سلطنت صرف اسی کے قبضہ و قدرت میں ہے نہ کہ اس کے غیر کے۔لہٰذا امر کا معنی سلطنت اور حکم کے ہے اور اسی لئے ان دونوں کیلئے امارت کا لفظ استعمال ہوتا ہے اور قائد او رحاکم کیلئے "امیر کا لفظ" آیا ہے۔یہ آیت حاکمیت کے ذات باری تعالیٰ پر موقوف و منحصر ہونے پر دلالت کرتی ہے اور جب یہ بات ثابت ہوگئی ہے کہ حاکمیت و اقتدار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے تو یہ بات بھی خودبخود واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ ہی انسانی معاشرے کا حاکم مطلق ہے۔ وہی اپنی نیابت میں انسان کیلئے امام و قائد کا انتخاب کرتا ہے اور حاکم و امام اور امیر کے

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

تعین کا حق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات کو حاصل ہے۔

۲_ آیات حکم
ان آیت کریمہ میں بھی یہ بات واضح طور پر بیان کردی گئی ہے کہ حکم و فیصلہ (حکومت) صرف باری تعالیٰ کے ساتھ مختص ہے ۔چنانچہ حکم اسی کیلئے اور فیصلہ کا حق اسی کو ہے اس کے علاوہ کسی کو اس کا کوئی حق و جواز نہیں۔جیسا کہ اس آیت سے صاف طور پر ظاہر ہے:

َ)لاَلَہُ الْحُکْمُ) (۱)
"سن لو حکومت صرف اللہ کیلئے ہے۔"
اسی طرح دوسری جگہ پر ہے :
ِ)نْ الْحُکْمُا ِلاَّ لِلّٰہِ) (۲)
" حکومت صرف اللہ کیلئے ہے۔"
نیز فرمایا:
(وَلاَ یُشْرِکُ فِی حُکْمِہِ َحَدًا) (۳)
"اس کی حکومت میں کوئی اس کا ساجھی نہیں۔"
اس کے حکم میں کسی کو اس کا ساجھی اور شریک ٹھہرانا ممکن نہیں ہے اور حکم کو اللہ اور اس کے غیر یا عوام اور اللہ کے درمیان تقسیم کرنا ممکن نہیں ہے بلکہ حکم صرف اللہ کیلئے خاص ہے۔ اور حکم و فیصلہ اور حاکم کا تعیین و تقرر پر سارے امور اللہ کی ذات پر ہی موقوف ہیں۔ اس میں اس کا کوئی شریک اور شراکت دارنہیں۔

۳_ آیات ملک
اس آیت میں بھی بادشاہت و حکومت کو صرف اللہ کیلئے خاص کردیا گیا ہے اللہ نے فرمایا :
(قُلْ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ منْ تَشَائُ وَتنْزِعُ الْمُلْکَ مِمنْ تَشَائُ) (٤)
"(اے پیغمبر)کہہ دو میرا خدا سارے ملک کا مالک ہے تو جس کو چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے۔"
....

(۱) سورہ انعام ،آیت۶۲۔
(۲) سورہ انعام ،آیت۵۷۔
(۳) سورہ کہف ،آیت۲۶۔
(٤) سورہ آلعمران ،آیت۲۶۔

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کے لئے خاص ہے وہی جسے چاہتا ہے دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے پھر آگے ارشاد ہوتا ہے:
(وَتُعِزُّ منْ تَشَائُ وَتُذِلُّ منْ تَشَائُ بِیَدِکَ الْخَیْرُ) (۱)
"اور تو جس کو چاہے عزت دے اور تو جس کو چاہے ذلت دے ساری بھلائی تیرے ہی مبارک ہاتھ میں ہے۔"
....

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۱) سورہ آل عمران ،آیت۲٦.

اس آیت کے آخر میں "عزو ذل" جو دو الفاظ مذکور ہیں ہم ان کے مفہوم پر بحث کریں گے کیوں کہ یہ ایک اہم بحث ہے اور ان دونوں الفاظ کے مفہوم کا امامت اور ولایت کے مفہوم سے بڑا گہرا تعلق ہے ۔یہاں اس جانب اشارہ کرنا مناسب ہوگا کہ امر و حاکمیت سے متعلق اوپر پیش کردہ تمام قرآنی مفاہیم ایک وسیع ہمہ گیر، متحد المعنی اور باہم ہم آہنگ نظام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہر ایک مفہوم سے دوسرے مفہوم کی تکمیل ہوتی ہے اور ہر ایک مفہوم کا دوسرے سے گہرا رابطہ ہوتا ہے۔اس سیاق میں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ عزت و ذلت کے مفہوم کا امامت سے گہرا ربط ہے، ان دونوں کو قرآن کریم کے نظام تفہیم میں خاص اہمیت حاصل ہے۔ جیساکہ قرآن کے اس آیت کے ٹکڑے(بِيَدِکَ الْخَيْرُ) "تمام خیر و فلاح اللہ کے قبضہ قدرت میں ہے"میں لفظ "الْخَيْرُ' ' خاص قرآنی مفہوم رکھتا ہے اور اس کا امامت کے معنی سے بھی خصوصی ربط ہے۔ کیوں کہ امامت کمال انسانی کا ذریعہ ہے اور وہ خیر کے ان تمام معانی کو شامل کرتا ہے جو اللہ

سبحانہ کے قبضہ قدرت میں ہیں۔ لہٰذا انسان کے لئے خیر کا حصول صرف نظام امامت کے ذریعہ ہی ہوسکتا ہے ہمارا موضوع اس وقت اس آیت کی تفسیر و توضیح نہیں ہے بلکہ ہم تو بطور شہادت آیت کے اس ٹکڑے کو پیش کرنا چاہیں گے کہ اللہ نے فرمایا:

(قُلْ اللّٰهُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُوْتِی الْمُلْکَ منْ تَشَائُ) (۱)

"کہہ دو ! اے خدا ملک کا مالک تو ہی ہے تو جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے۔ "

اس آیت میں یہ بات صاف طور سے بیان کردی گئی کہ بادشاہت کا حق صرف اللہ کو حاصل ہے وہی جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے بادشاہت چھین لیتاہے۔

قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے:

(وَااللهُ يُوْتِی مُلْکَہُ منْ يَشَاء) (۲)

"اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے۔ "

اس آیت میں ہم نے دیکھا کہ لفظ "ملک" کی اضافت اللہ کی طرف ہے۔ جس سے اس بات کی توثیق و تائید ہوجاتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔

اس آیت میں اور اس جیسی دوسری آیتوں میں امامت کے تعین کے نظریہ کیلئے صریح قرائن موجود ہیں۔ چنانچہ یہ آیت جو بنی اسرائیل کے بارے میں نازل ہوئی :

(وَقَالَ لَہُمْ نَبِيُّہُمْا ِنَّ اللهَ قَدْ بَعَثَ لَکُمْ طَالُوتَ مَلِکًا) (۳)

"اور ان کے نبی نے ان سے کہا کہ اللہ نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنایا ہے ۔"

....

(۱) سورہ آل عمران،آیت۲٦.
(۲) سورہ بقرہ،آیت۲٤۷.
(۳) سورہ بقرہ ،آیت۲٤۷.

لفظ "مَلِکً" صراحت کے ساتھ بادشاہت پر دلالت کرتا ہے اور اس میں کسی تاویل کی کوئی گنجائش نہیں ہے اور اس سے مراد صاحب سلطان اور سیاسی قائد ہے۔اس آیت سے صاف طور پر یہ واضح ہوگیا کہ بغیر کسی شک و شبے کے کہ بادشاہت کے معاملات صرف اللہ سبحانہ کی ذات عالی کے ساتھ ہیں وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے اس آیت کے سیاق و سباق پر نظر ڈالنے سے یہ بھی واضح ہوجاتا ہے کہ بنی اسرائیل نے بادشاہت کے امور میں دخل دینے کی کوشش کی اور ربانی اختیار و انتخاب پر اعتراض کیا یہ کہتے ہوئے کہ

ٰ)نَّی يَکُونُ لَہُ الْمُلْکُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ َاحَقُّ بِالْمُلْکِ مِنْہُ وَلَمْ يُوْتَ سَعَةً مِنْ الْمَالِ) (۱)

"طالوت ہمارا بادشاہ کیونکر ہوسکتا ہے طالوت سے تو ہم زیادہ حقدار ہیں بادشاہت کے۔ اور اس کو مال و دولت کی فراغت بھی نہیں۔"

چنانچہ اللہ نے ان کی مقابلے میں یہ آیت نازل فرمائی :

(قَالَ ِنَّ اللهَ اصْطَفَاهُ عَلَيْکُمْ وَزَادَهُ بَسْطَةً فِی الْعِلْمِ وَ الْجِسْمِ وَ اللهُ يُوْتِی مُلْکَہُ منْ يَشَاء وَااللهُ وَاسِع عَلِيم) (۲)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

"اللہ نے تمہارے لئے پسند کیا ہے کیوں کہ وہ علم اور جسم میں تم سے بڑا ہے اور اللہ جسے چاہتا ہے اپنی بادشاہت عطا کرتا ہے اور وہ سب کچھ جاننے والا ہے۔"
اللہ کے علاوہ کسی بھی شخص کو امور بادشاہت اور سیاسی قیادت میں دخل دینے کا حق نہیں ہے کیوں کہ بادشاہت و قیادت صرف ذات باری تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے بادشاہ بنا دیتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے کہ " اللہ جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے"۔

....

(۱) ، (۲) سورہ بقرہ ،آیت ۲۴۷۔

یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ تعین الٰہی یا من جانب اللہ نصب امامت کے نظریہ سے حکومت و ولایت میں امت کا کردار کالعدم نہیں ہوجاتا بلکہ حقیقت میں امت کا بھی اس سلسلہ میں اہم کردار ہوتا ہے قرآن کے مطابق ،حکومت میں امت کا بنیادی کردار ہوتا ہے اور وہ کردار حکومت کو قوت بہم پہنچاتا ہے ۔اس لئے کہ سیاسی حکومت کو عوام ہی سے اطاعت و قوت کی شکل میں مدد اور طاقت حاصل ہوتی ہے ۔اگر عوام اپنے سیاسی قائد سے خوش نہ ہوں تو وہ قائد یاحاکم بجا طور پر حکومت کی ذمہ داری نہیں نبھا سکتا ظالم کو ظلم کی سزا اور طالب انصاف کو انصاف نہیں دلا سکتا۔ بنابریں ایسی عوام کی رضامندی ناگزیر ہے جس پر یہ ا لٰہی قیادت اعتماد اور بھروسہ کرسکے تو نصب امامت کا جو نظریہ ہم پیش کر رہے ہیں وہ حقیقت مینقرآنی نظریہ ہے اسی نظریہ کا تقاضا ہے کہ حکومت کو اللہ کے ساتھ خاص سمجھا جائے،اور سیاسی قیادت کے قانون جواز کو من جانب اللہ نسب امامت میں محصور سمجھا جائے، لیکن حقیقت میں قیادت کے خدائی تعین سے صرف اس کا قانونی جواز ہی ثابت ہوتا ہے ،عوام کو اس نظام حکومت میں خصوصی مقام حاصل ہے اور وہ اسے ضرورت قوت اور مدد پہنچاتا ہے تاکہ وہ قیادت اپنا فریضہ ٹھیک ٹھیک طور پر انجام دے سکے۔
مختصراً ہم یہ کہہ سکتے کہ امامت و بادشاہت اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے اس کے علاوہ کسی اور کیلئے نہیں ہے اس کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ ملک و بادشاہت اور سیاست قیادت کا قانونی جواز صرف اللہ کی ذات میں منحصر ہے لہٰذا قائد و امام کا تعیین ربّانی تعیین کے ذریعے ضروری ہے تاکہ لوگوں کے درمیان بادشاہت و حکومت کی باگ ڈور کا سنبھالنا قائد کے لئے ممکن ہوسکے کیوں کہ قیادت کا قانونی قائد الٰہی تعیین کے بغیر حاصل نہیں کرسکتا ۔لیکن اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ اس زمین پر اللہ کے حکم کا نفاذ اور لوگوں کی قیادت کا عمل قائد کے لئے کب ممکن ہوگا؟اس کا جواب یہ ہے کہ قیادت کے امور کی انجام دہی کیلئے عوامی حمایت کی ضرورت ہوگی۔ لہٰذا امت یا عوام کا اصل کردار قیادت کو قوت و مدد دینا ہے۔ جہاں تک سوال قیادت کے قانونی جواز کا ہے تو یہ صرف اللہ ہی سے حاصل ہوگا کیوں کہ امامت، حکومت و بادشاہت سے متعلق کچھ آیات یہ بھی ہیں:
(لَہُ مُلْکُ السَّمَاوَاتِ وَالْ◌َرْضِ) (۱)
" اس کیلئے زمین و آسمان کی بادشاہت ہے۔"
دوسری جگہ یوں ارشاد ہے:
(وَقُلْ الْحَمْدُ لِلَّہِ الَّذِی لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَلَمْ یَکُنْ لَہُ شَرِیک فِی الْمُلْکِ)(۲)
" اور آپ کہہ دیجئے کہ تمام تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہینجس کے پاس کوئی اولاد نہیں اور نہ ہی بادشاہت میں اس کا کوئی شریک و ساجھی ہے۔"
اللہ کے اس قول کہ "اس کی حکومت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے" سے واضح ہوجاتا ہے کہ وہ اپنی حکومت میں کسی شریک و ساتھی کو پسند و قبول نہیں کرتا ہے ایسے ہی اپنی بادشاہت میں بھی کسی شریک و ساجھی کو قبول نہیں کرتا ہے
۔
(تَبَارَکَ الَّذِی بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَہُوَ عَلَی کُلِّ شَیْئٍ قَدِیر) (۳)
"اللہ کی ذات بڑی برکت والی ہے جس کے ہاتھ میں سارے جہان کی بادشاہت ہے۔"

....

(۱) سورہ بقرہ ،آیت۱۰۷۔
(۲) سورہ اسراء ،آیت۱۱۱۔
(۳) سورہ ملک ،آیت۱۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

نیز فرمایا:
(فَتَعَالَی اللهُ الْمَلِکُ الْاحَقٌّ) (۱)
" اللہ ہی کیلئے ملک و بادشاہت ہے۔"
چنانچہ ان آیات سے یہ بات ثابت ہوجاتی ہے کہ حقیقی بادشاہ اور مالک صرف اللہ ہے اس کے علاوہ کوئی بھی بادشاہ و مالک نہیں اور وہ بادشاہ جس کا تعیین و تقرر اللہ کی طرف سے نہ ہو وہ حقیقی بادشاہ نہیں ہوسکتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
(قُلْ َعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ں مَلِکِ النَّاسِ)
"آپ کہہ دیجئے کہ میں لوگوں کے رب سے پناہ مانگتا ہوں جو لوگوں کا مالک بھی ہے۔ "
اللہ سبحانہ ہی بادشاہ حق اور مالک حقیقی ہے او راس کے ساتھ بادشاہت و حکومت ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے۔

٤_ ولایت سے متعلق آیات
ان آیات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ ولایت بھی اللہ کی ملکیت ہے باری تعالیٰ فرماتا ہے :
(مَا لَہُمْ مِنْ دُونِہِ مِنْ وَلِیٍّ وَلاَ یُشْرِکُ فِی حُکْمِہِ َحَدًا) (۲)
"ان کے سوا ان کا کوئی کام بنانے والا نہیں اور وہ اپنے فرمان میں کسی کو شریک نہیں کرتا۔"
....

(۱) سورہ طہٰ،آیت١١٤۔
(۲) سورہ کہف،آیت٢٦۔

ایک اہم اور قابل ذکر بات یہ ہے کہ قرآن کریم نے ایسی تعبیراور اصطلاح استعمال کی ہے جس میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی گئی ہے کہ بادشاہت وحکومت اللہ کی ذات کے ساتھ خاص ہے۔ ساتھ ہی اس سے یہ بھی اشارہ ملتا ہے کہ قرآن نے اہتمام کے ساتھ سب سے پہلے حکومت کے مسئلہ کو بیان کیا ہے۔ امر وحکم کو اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہونے کو دوسرے درجہ میں رکھا ہے اور اس میں تعیین الٰہی کو تیسرے درجہ میں رکھا ہے۔ارشاد خداوندی ہے:
ِ)مْ اتَّخَذُوا مِنْ دُونِہِا َوْلِیَاء فَاﷲُ ہُوَ الْوَلِیُّ) (۱)
"کیا انہوں نے اللہ کے علاوہ کسی اور کو ولی و دوست بنالیا سن لو اللہ ہی ولی ہے۔"
ولایت اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور وہی ،لوگوں سے جسے چاہتا ہے ان کے امو و معاملات کو انجام دینے کیلئے ولی مقرر کرتا ہے نیز فرمایا:
(اِنَّمَا وَلِیُّکُمْ اللهُ وَ رَسُولُہُ وَ الَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاَةَ وَ یُؤْتُونَ الزَّکَاةَ وَہُمْ رَاکِعُونَ ں وَمَنْ یَتَوَلَّ اﷲَ وَرَسُولَہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا فَ ِنَّ حِزْبَ اﷲِ ہُمْ الْغَالِبُونَ) (۲)
"تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جودرستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰة دیتے ہیں اور جھکے رہتے ہیں اور جو اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والوں سے دوستی رکھے گا اور اللہ ہی کا گروہ غالب رہے گا"
....

(۱) سورہ شوریٰ،آیت٩۔
(۲) سورہ مائدہ،آیت٥٦،٥٥۔

دوسری جگہ ہے:
(ثُمَّ رُدُّوا ِلَی اللَّہِ مَوْلاَہُمْ الْحَقِّ) (۱)
"پھر سب بندے خدا کی طرف لوٹائے جاتے ہیں جو ان کا حقیقی مالک ہے۔"
گویا حقیقی اور سچا ولی و مولیٰ، صرف اللہ ہی ہے اس کے علاوہ دوسرا کوئی اس کی ولایت میں شریک نہیں۔ اس مفہوم و معنی کے حوالے سے بکثرت آیات موجود ہیں۔
....

(۱) سورہ انعام،آیت٦٢۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۵ _ آیات اطاعت
ان کی دو قسمیں ہیں۔
پہلی قسم میں ایسی آیات ہینجن میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کا بغیر کسی استثناء کے مطلقاً حکم دیا گیا ہے یعنی اللہ اور رسول کی اطاعت میں کسی طرح کے فرق کا لحاظ نہیں دکھایا گیا ہے۔ جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے:
َ)طِیعُوا اللهَ وَ َطِیعُوا الرَّسُولَ) (۲)
"اللہ اور رسول کی اطاعت کرو۔"
دوسری قسم :
(منْ یُطِعْ الرَّسُولَ فَقَدْ َطَاعَ اللهَ) (۳)
" جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔"
....

(۲) سورہ نسائ،آیت۵۹۔
(۳) سورہ نساء ،آیت۸۰۔

ان جیسی تمام آیات میں اللہ اور رسول کی اطاعت کو مطلق واجب قرار دیا گیا ۔دوسری

آیت میں "اولی الامر "کی اطاعت کو بھی مطلقاً واجب قرار دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا :
َ)طِیعُوا الرَّسُولَ وَ ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْکُمْ) (۱)
" اللہ و رسول کی اطاعت کرو اور اولی الامر کی اطاعت کرو۔"
اس آیت سے یہ ثبوت ملتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے ساتھ اولی الامر کی اطاعت بھی مطلقاً واجب ہے اور یہ طرح کے امر و نہی پر مشتمل ہے۔ اس آیت کے مفہوم کا تقاضا یہ بھی ہے کہ یہ ولی معصوم ہو اور امر و نہی سے ذرہ برابر بھی پہلو تہی کرنے والا نہ ہو تاکہ اس کی اطاعت بلا کسی استثناء کے واجب اور ضروری ہوسکے۔ اس لئے یہ بھی ضروری ہے کہ امام معصوم من جانب اللہ ہی ہو ۔اس لئے کہ وہی معصوم اور بے گناہ انسان کی شناخت رکھتا ہے اور عصمت اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں کوئی دخل نہیں ہے اللہ نے فرمایا:
(فَلاَ تُزَکُّوا َنفُسَکُمْ ہُوَ َعْلَمُ بِمنْ اتَّقَی) (۲)
"تو اپنی پاکیزگی مت جتائو وہ خوب جانتا ہے کہ کون پرہیزگار ہے۔"
دوسری جگہ مذکور ہے :
َ)لَمْ تَرَا ِلَی الَّذِینَ یُزَکُّونَ َنفُسَہُمْ بَلْ اللهُ یُزَکِّی منْ یَشَاء) (۳)
"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے تئیں آپ کو پاک اور مقدس بتاتے ہیں(یہ سب غلط ہے) بلکہ اللہ جسے چاہتا ہے پاک و مقدس بناتا ہے۔"
....

(۱) سورہ نسائ،آیت۵۹۔
(۲) سورہ نجم،آیت۳۲۔
(۳) سورہ نساء ،آیت۴۹۔

عصمت اللہ کے ہاتھ میناور اطاعت اس کی ذات و صفات کے ساتھ خاص ہے ۔جب

اولو الامر کی اطاعت و فرمانبرداری کا امر حکم مطلق ہے تو اس مطلق اطاعت سے یہ بات ضروری ہوجاتی ہے کہ ولی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

امر کا تعیین ہر حال میں اللہ کی طرف سے ہو کیوں کہ وہی تمام راز اور پوشیدہ چیزوں اور معصوم و طاہر انسان کا علم رکھتا ہے۔
آیت کی دوسری قسم ان آیات سے مختلف فیہ مسائل کو اولوالامر کے سامنے پیش کرنے کا وجود ثابت ہوتا ہے ہر نزاعی مسئلہ میں اولو الامر سے رجوع اس طرح ضروری ہے جس طرح اس نوع کے مسائل کو رسولؐکے سامنے پیش کیا جاتا تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے:
(وَ إِذَا جَائَهُمْامر مِنَ الْأَمْنِ أَوْ الْخَوْفِ أَذَاعُوا بِهِ وَلَوْ رَدُّوهُ إِلَى الرَّسُولِ وَإِلَى أُوْلِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِينَ يَسْتَنْبِطُونَهُ مِنْهُمْ) (۱)
"اور جب ان کے پاس کوئی امن یا ڈر کی خبر آتی ہے تو ا س کو اڑا دیتے ہیں اور اگر ڈرنے سے پہلے اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس لے جاتے (ان سے اس خبر کی تحقیق کرتے) تو جن لوگوں کو خبر کی تلاش رہتی ہے (ان اڑانے والوں میں سے) وہ خود ان سے (یعنی پیغمبر سے اور سرداروں سے) اس خبر کو اچھی طرح معلوم کرلیتے۔"
دوسری جگہ فرمایا:
(فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْئٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللهِ وَالرَّسُولِ) (۲)
"پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی مقدمہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرو۔"
....

(۱) سورہ نسائ،آیت۸۳۔
(۲) سورہ نسائ،آیت۵۹۔

ان آیات سے یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ہر وہ امر جس میں نزاع و اختلاف پیدا ہوجائے اسے اللہ اور رسول کے سامنے لانا ضروری ہے یعنی مختلف فیہ امر کا فیصلہ اللہ اور رسول کے قول کے مطابق ہی ہونا چاہیے ،انسان کے ہر فعل اختیاری میننزاع پایا جاتا ہے جیساکہ ہم پہلے ہی ذکر کرچکے ہیں کہ نزاع و اختلاف کا تحقق اختیاری امور میں ہی ہوتا ہے یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ مختلف فیہ مسائل کا جس طرح اللہ اور رسول کے سامنے پیش کرنا واجب ہے اسی طرح اولو الامر کے سامنے پیش کرنا بھی ضروری ہے ۔
پھر یہ سوال پیش ہوتا ہے کہ اولو الامر میں وہ کون لوگ شامل ہیں جن کے فیصلہ کے بعد اختلاف ممکن نہ ہو اور ان کا فیصلہ صحیح اور قابل نفاذ ہو اور تمام لوگوں کیلئے قابل قبول ہو نیز یہ ضروری ہے کہ ان کی بات میں سچائی ہو اور وہی معیار حق بھی ہوں کیونکہ اختلاف کے وقت وہی مرجع ہوتے ہیں جن کے ذریعہ حق کا تعیین و تحقق ہوسکے اور وہی حق و باطل کے درمیان فیصلہ کرتے ہیں ساتھ ہی یہ بھی ضروری ہے کہ وہ معصوم و بے گناہ ہو اور اس کا تعین و تقرر اللہ کی طرف سے ہوا ہو۔

۶_ آیت اختیار
ارشاد خداوندی ہے:
(وَرَبُّکَ يَخْلُقُ مَا يَشَاء وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمْ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللهِ وَتَعَالَى عَمَّا يُشْرِكُونَ ں وَرَبُّکَ يَعْلَمُ مَا تُكِنُّ صُدُورُهُمْ وَمَا يُعْلِنُونَ ں وَهُوَ اللهُ لاَإِلَهَ إِلاَّ هُوَ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْأُولَى وَالْآخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَإِلَيْهِ تُرْجَعُونَ) (۱)

"تیرا مالک جو چاہتا ہے وہ پیدا کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے (پیغمبری کیلئے) چن لیتا ہے اور ان کو کوئی(مستقل) اختیار نہیں ہے یہ جن جن لوگوں کا اللہ تعالیٰ کا شریک بتاتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے کہیں پاک اور برتر ہے ۔اور(اے پیغمبر) جو باتیں اپنے دل مینچھپاتے ہیں اور جس کا اظہار کرتے ہیں تیرا مالک ان سب کو جانتا ہے اور وہی اللہ تعالیٰ ہے جس کے سوا کوئی سچا خدا نہیں دنیا اور آخرت میں اسی کو تعریف سجتی ہے اور دونوں جگہ اسی کی حکومت ہے اور اسی کے پاس تم کو لوٹ جانا ہے۔"
....

(۱) سورہ قصص ،آیت۶۸ تا ۷۰۔

یہ بات ملحوظ خاطر رہنی چاہیے کہ تخلیق و اختیار کے درمیان مماثلت پائی جاتی ہے چنانچہ جس طرح اللہ تعالیٰ تخلیق کے عمل میں اکیلا ہے اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیں اسی طرح اختیار کے عمل میں بھی وہ واحد و یکتا ہے یعنی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اختیار و انتخاب کے عمل میں اسی کی ذات کوبنیادی مرتبہ حاصل ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کو اس میں کوئی عمل دخل نہیں وہی انسان کیلئے حق اور خیر کا تعین کرتا ہے۔
چنانچہ ہر فرد کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنی زندگی کے تمام امور کو اللہ کے اوامر و نواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے انجام دے کیوں کہ ہر قسم کی خیر و بھلائی صرف اللہ کے قبضہ میں ہے ،اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔مذکورہ بالا تمام آیتوں میں اس بات کی وضاحت موجود ہے کہ بادشاہت کا اصل حقدار اللہ تعالیٰ ہے اور تمام تر خیر و بھلائی اللہ کے ہاتھ میں ہے اس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ اللہ نے فرمایا :
(مَا كَانَ لَہُمْ الْخِيَرَةُ) (١)
"ان کو کوئی اختیار نہیں ہے۔"
جب کسی بھی عمل کا انتخاب آدمی اپنی پسند او رمرضی کے مطابق نہیں کرسکتا ہے اس لئے کہ اختیار و انتخاب اللہ کے لئے خاص ہے ۔لہٰذا امامت و قیادت جیسے اہم ترین معاملہ میں بھی جس کا تعلق مکمل طو رپر دین سے ہے او ریہ ان اہم امور میں شامل ہے جس میں لوگ اختیار خداوندی کی طرف محتاج ہوتے ہیں۔تمام تر اختیارات اللہ کیلئے خاص ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے کسی بھی شخص کا انتخاب کرسکتا ہے ۔اس لئے کہ انتخاب و اختیار االلہ کیلئے خاص ہے۔لہٰذا امامت و قیادت جیسے اہم ترین معاملہ میں بھی جس کا تعلق مکمل طور پر دین سے ہے اور یہ ان اہم امور میں شامل ہے جس میں لوگ اختیار خداوندی کی طرف محتاج ہوتے ہیں تمام تر اختیارات االلہ کیلئے خاص ہوں گے االلہ تعالیٰ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے کسی بھی شخص کا انتخاب اپنی منشاء کے مطابق کرے گا۔
اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام تر اختیارات االلہ کی ذات کیلئے مخصوص ہیں تو شوریٰ کی اس آیت(وَ َمْرُہُمْ شُورَی بَیْنَہُمْ) (٢) کا کیا مفہوم ہوگا کیونکہ بظاہر (مَا كَانَ لَہُمْ الْخِيَرَةُ) اور (وَ َمْرُہُمْ شُورَی بَیْنَہُمْ) ان دونوں آیتوں کے درمیان تعارض نظر آرہا ہے مگر ان دونوں آیتوں کے مفہوم میں غور کرنے سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ ان میں تعارض نہیں۔
مذکورہ بالا آیت میں یہ صراحت موجود ہے کہ انسانی سماج کے تمام امور کے فیصلہ کا ذمہ دار صرف
....

(١) سورہ قصص،آیت٦٨۔
(٢) سورہ شوریٰ،آیت٣٨۔

االلہ ہے اس میں اس کا کوئی شریک کار نہیںہے۔اسی طرح امامت جیسے دینی امر کے فیصلے کے تمام تر اختیارات االلہ کیلئے ہی خاص ہیں۔وہ جسے چاہتا ہے اس کیلئے معین و مقرر کرتا ہے جیسا کہ االلہ نے امامت کی نسبت رسول کی طرف کر کے اپنے حق اختیار کا اظہار کیا،چنانچہ االلہ نے رسول کو لوگوں کا امام مقرر فرمایا جس طرح حضرت ابراہیم ـ اور ان کی ذریت میں سے نیک لوگوں کو امامت کے مرتبہ سے سرفراز کیا۔مگر آیت شوریٰ اس چیز پر دلالت کرتی ہے کہ صاحب قرار کو چاہیے کہ وہ اس معاملے میں دیگر مؤمنین سے مشورہ طلب کرے۔جب االلہ تعالیٰ منصب امامت کے فرائض کو انجام دینے کیلئے کسی کو متعین کرتا ہے(جیسا کہ رسول ـ کو امام مقرر فرمایا) تو اس پر یہ بات واجب ہوجاتی ہے کہ وہ کسی بھی امر شرعی میں فیصلہ لیتے وقت دیگر مؤمنین سے بھی رائے طلب کرے۔اگر لوگوں کی رائے حق اور مصلحت کے خلاف ہو تو ان کی رائے کا ماننا رسول کیلئے ضروری نہیں ہے اور مشورہ کر لینے کے بعد وہ اپنی مرضی اور صوابدید کے مطابق فیصلہ کرسکتا ہے۔ شوریٰ کا یہی اختلافی مفہوم لغت میں بھی مذکور ہے۔
یہاں پر یہ بات واضح ہوگئی کہ لفظ شوریٰ کا مفہوم یہ ہے کہ امام اختلافی شرعی امور میں باہم مشورہ سے کام لے اس لفظ کا مطلب یہ ہرگز نہیں کہ یہ ہی حتمی فیصلہ کا ذمہ دار ہے اور آیت شوریٰ ہرگز اس بات پر دلالت نہیں کرتی ہے کہ شوریٰ ہی دراصل صاحب رائے ہے۔دوسری آیتوں میں بھی رسول کو مشورہ کا حکم دیا گیا ہے۔ (وَشَاوِرْہُمْ فِی الْ َمْرِ فَ ِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَی االلہِ)(١) اس آیت کریمہ میں رسولـ کو اولاً مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا ہے مگر ساتھ ہی ان کو اس کی اجازت بھی دی گئی کہ آخری فیصلہ ان کی رائے پر موقوف ہوگا۔
....

(١) سورہ آل عمران،آیت ١٥٩۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس آیت میں یہ بات واضح کر دی گئی کہ اللہ کے رسول کو فیصلہ کا ذمہ دار بنایا گیا ہے اور تمام مومنین پر ان کی اطاعت واجب ہےپھر بھی اللہ نے رسول کو آخری فیصلہ سے پہلے مشورہ کا حکم دیا ہے۔یہاں ہمیں یہ بات بھی ذہن میں رکھنی چاہیے کہ شوریٰ کو فیصلہ کا ماخذبنیاد قرار نہیں دیا جاسکتاکیونکہ شوریٰ باہمی طور پر آراء و خیالات کے تبادلے کا نام ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے(وَاَمْرُہُمْ شُورَی بَیْنَہُمْ) میں مسلمانوں پر یہ واجب قرار دیا گیا ہے کہ جب کبھی ان کا کسی امر شرعی میناختلاف ہوجائے تو آخری فیصلہ کرنے سے پہلے باہم مشورہ کریں۔تاہم اس میں یہ ذکر نہیں ہے کہ اس فیصلہ کو نافذ العمل کرنے کا ذمہ دار کون ہوگا؟

جبکہ آیات اختیاری میں اس کی صراحت کر دی گئی ہے کہ ہر طرح کے امر کا اختیار اور فیصلہ کا حق صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے لہٰذا ہر حال میں فیصلہ اسی کی طرف سے صادر ہوگا۔ پھر وہ شخص اس منصب کا حقدار اور اصل ہوگا جس کا تعیین اللہ کی طرف سے عمل میں آیا ہو۔یا قرآن کے لفظوں میں وہ ایمان والوں میں سے بہتر شخص (اَوْلَی بِالْمُؤْمِنِینَ مِنْ اَنْفُسِہِمْ) یا دوسرے لفظ میں اولوالامر ہو۔

منصب امامت پر فائز شخص کو اس بات کا مامور بنایا گیا ہے کہ وہ درپیش کسی بھی اختلافی مسئلہ میں باہمی مشورہ سے فیصلہ کرے(وَاَمْرُہُمْ شُورَی) اس بات میں صریح ہے کہ لوگ کوئی فیصلہ لیتے وقت دوسروں کی آراء سے روشنی حاصل کریں۔یہ بات انسان کی اپنی ذاتی زندگی کے بھی تمام امور کیلئے ضروری اور نفع بخش ہے۔ا س کیلئے مناسب ہے کہ وہ دوسروں سے مشورہ کرے اور ان کی رائے کی روشنی میں فیصلہ کرے۔اگر ان کی رائے حقیقت امر کے موافق نہ ہو تو آخری فیصلہ اپنی صوابدید کے مطابق کرے اور مشورہ دینے والے کی رائے کا ماننا ضروری نہیں ہے۔مثلاً اگر آپ نے کسی سے مشورہ کیا تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ مشورہ دینے والے کا مشورہ آپ کیلئے واجب ہوگا بلکہ آخری فیصلہ کا حق و اختیار آپ کے ہاتھ میں ہے آپ جو چاہیں فیصلہ لیں۔

پس اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ سے یوں مخاطب ہوتا ہے:

(وَشَاوِرْہُمْ فِی الامْرِ فِاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ)

اس آیت سے یہ صاف ظاہر ہے کہ آخری فیصلہ کا اختیار مشورہ دینے والے افراد کو نہیں دیا گیا ہے ان کی حیثیت شوریٰ کے ممبروں کی ہے اور ان کا کام یہ ہے کہ جب ان سے مشورہ طلب کیا جائے تو مشورہ دیں اور اپنی رائے کا اظہار کریں۔لہٰذا لوگوں سے مشورہ تو کیا جاسکتا ہے لیکن فیصلہ کا اختیار اللہ کو اور اس شخص کو ہوگا جسے اللہ نے اس منصب کیلئے مقرر کر رکھا ہے۔اس مفہوم کو سامنے رکھتے ہوئے آیت شوریٰ اور آیت اختیار کے درمیان کسی طرح کا کوئی تعارض نظرنہیں آتا ہے۔

۷_آیہ تحکیم

اللہ نے فرمایا:

(فَلاَوَرَبِّکَ لاَیُؤْمِنُونَ حَتَّی یُحَکِّمُوکَ فِیمَا شَجَرَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ لاَیَجِدُوا فِی َنفُسِہِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوا تَسْلِیمًا) (۱)

" اے پیغمبر قسم ہے تیرے پروردگار کی وہ مومن نہ ہوں گے جب تک اپنے جھگڑوں کا فیصلہ تجھ سے نہ کرائیں ،پھر تیرے فیصلے سے ان کے دلوں میں کچھ

اداسی نہ ہو اور خوشی خوشی مان کر منظور کرلیں۔"

....

(۱) سورہ نسائ،آیت ٦٥۔

اس آیت نے واضح طور پر یہ بیان کر دیا کہ جب کبھی ایمان والوں کا کسی امر میں اختلاف ہو تو رسولؐکو حکم بنائیں۔ یہ بات عموم کے ساتھ ان کے درمیان تمام اختلافات کے لئے بیان کی گئی ہے لہٰذا اس حکم و فیصلہ کے امر کو صرف حکومت و قضاء کے ساتھ مخصوص نہیں کیا جا سکتا بلکہ لوگوں پر یہ بات واجب کر دی گئی ہے کہ وہ اپنے ہر طرح کے اختلافی امور کا فیصلہ اللہ کے رسول سے کرائیں۔ یہ کسی خاص امر یا کسی زمانہ یا مسلمانوں کے کسی ایک جماعت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

نہ تو آیت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جنہوں نے رسولؐکا زمانہ پایا اور انہیں دیکھا۔ بلکہ اللہ اور اس کے رسول سے فیصلہ کرانا اور ان کو حکم بنانا تمام مسلمانوں کیلئے زمانہ میں ایمان کی شرط کے طور پر بیان کیا گیا او ریہ حکم صرف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

زمانہ رسول کے مسلمانوں اور مومنین کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ ہر زمانے کے مسلمانوں کے لئے عام ہے اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ رسول کے دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد رسولؐسے فیصلہ کرانے کے امر کی تکمیل کیسے ہوگی؟ جبکہ یہ حکم علی الاطلاق نازل ہوا ہے اور تمام مسلمانوں کے لئے اس پر عمل کرنا واجب ہے اس کا جواب یہ ہے کہ فرض کیجئے کہ ہم نے رسول کا زمانہ تو پالیا مگر ہمارا قیام یمن کے اندر تھا جو کہ رسول کی سرزمین سے دور تھا تو ہم کس طرح اپنے اختلافی امور کا فیصلہ رسول سے کراتے۔ یہ بات طبعی طور پر سمجھ میں آتی ہے کہ ہم اس شخص کے سامنے اپنے مسئلہ کو پیش کریں گے جس کو رسول کریمؐنے ہمارے لئے حاکم مقرر کیا ہے۔
اس زمانہ میں یمن میں مقیم مومنین کے درمیان جب بھی کسی مسئلہ میں اختلاف ہوتا تھا تو اللہ کے رسول سے فیصلہ کراتے تھے اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ اللہ کے رسول امیر المومنین یا معاذ بن جبل کو ان کے یہاں حاکم بنا کر بھیجتے تھے ،چنانچہ اہل یمن نے امیر المومنین یا معاذ بن جبل کے فیصلہ کو تسلیم کرکے یہ ثابت کردیا کہ انہوں نے اللہ کے رسولؐ سے فیصلہ کردیا ہے اور اس آیت پر عمل کیا، یہ مسئلہ تو مقام کی دوری کی صورت میں تھا، اسی طرح زمانی فاصلہ کی صورت میں بھی اس شخص سے فیصلہ کرانا واجب اور ضروری ہے جس کو اللہ کے رسولؐنے لوگوں کا امام مقرر کیا ہو اور لوگوں کے لئے مرجع بنایا ہو تاکہ لوگ آپؐ کی وفات کے بعد اس سے رجوع کریں جبکہ ہمارا زمانہ اور رسولؐ کے زمانہ میں کافی لمبا فاصلہ اور دوری ہے، چنانچہ ہمارے لئے یہ بات واجب کر دی گئی ہے کہ جب بھی ہمارا کسی معاملہ میں اختلاف ہو تو ہم رسول سے فیصلہ کرائیں اور اس فیصلہ کا تحقق اس طور پر ہوگا کہ ہم اس شخص کی طرف رجوع کریں جس سے رجوع کرنے کا رسولؐ نے ہمیں حکم دیا ہے اور جسے ہمارے لئے ولی مقرر کیا ہے۔ اور لوگوں کے درمیان اس کو منصب امامت سے سرفراز کیا ہے (ہمارا اس کی طرف رجوع کرنا اور اس سے فیصلہ کرانا رسولؐ کی طرف رجوع کرنے اور ان سے فیصلہ کرانے کا مصداق ہوگا)۔

۸_آیات ایتائ
یہ وہ آیتیں ہیں جو آیت ایتاء کے صیغوں کے ساتھ وارد ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا :
(وَااللّٰہُ یُؤْتِی مُلْکَہُ منْ یَشَاء) (۱)
"اللہ جسے چاہتا ہے ملک و بادشاہت عطا کرتا ہے۔"
....

(۱) سورہ بقرہ،آیت ۲۴۷۔

دوسری جگہ فرمایا :
(قُلْ اللّٰھُمَّ مَالِکَ الْمُلْکِ تُؤْتِی الْمُلْکَ منْ تَشَائُ وَتنْزِعُ الْمُلْکَ مِمنْ تَشَائُ) (۱)
"اے پیغمبر کہہ دیجئے میرا خدا سارے ملک کا مالک ہے تو جسے چاہے بادشاہ بنادے اور جس سے چاہے بادشاہت چھین لے۔"
ایک اور جگہ فرمایا:
(فَقَدْ آتَیْنَا آلَا ِبْرَاہِیمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَآتَیْنَاہُمْ مُلْکًا عَظِیمًا) (۲)
"ہم نے ابراہیم کی اولاد (دائود و سلیمان) کو کتاب اور پیغمبری دی اور ان کو بڑی سلطنت بھی دی۔"
....

(۱) سورہ آل عمران،آیت۲۶۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۲) سورہ نسائ،آیت٥٤.

لفظ "ایتائ" کا لغت میں استعمال اسی وقت ہوتا ہے جب " مؤتی" یعنی دینے والا کسی چیز کا مالک ہو۔ آیات ایتاء کے مطالعے سے واضح شکل میں یہ بات سامنے آتی ہے کہ ملک و بادشاہت صرف اللہ کی ذات کے ساتھ مختص ہے اور اللہ ہی جسے چاہتا ہے اپنے طور پر اس کو عطا کرتا ہے۔ اللہ کا ارشاد ہے: "اے نبی کہہ دیجئے خدا تمام ملک کا مالک ہے تو جسے چاہتا ہے بادشاہت عطا کرتا ہے۔"ایتاء کے معنی و مفہوم کی وضاحت کیلئے جن آیات کو ہم نے پیش کیا ہے ان میں سے بعض آیتوں کا ذکر تعیین امام کے باب میں آچکا ہے اس موضوع پر اور بھی بہت سی آیات ہیں مگر اختصار کی بنا پر ہم ان کو یہاں پیش نہیں کریں گے پھر ان بہت ساری آیات میں سے جیساکہ ارشاد خداوندی ہے:

(وَلَوْ رَدُّوہُا ِلَی الرَّسُولِ وَ ِلَی ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْہُمْ) (۱)

"اگر وہ لوگ یہ خبر اڑانے سے پہلے پیغمبر یا صاحبان امر کے پاس لے جاتے۔"

یا دوسری آیت

َ)طِیعُوا اللهَ وَ َطِیعُوا الرَّسُولَ وَ ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْکُمْ) (۲)

"مسلمانو! اللہ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور حکومت والوں کا جو تم میں سے ہوں۔"

....

(۱) سورہ نسائ،آیت۸۳.
(۲) سورہ نسائ،آیت٥۹.

یہ دونوں آیتیں اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول اللہ کی وفات کے بعد امامت کا تعین اللہ کے رسول کے زمانہ میں ہی ہوچکا تھا اور مومنین کو اس امام کی اطاعت کا مکلف اور مامور بھی بنا دیا گیا تھا۔ نیز اللہ کے رسول کے زمانے میں عملی طور پر مسلمانوں پر یہ فرض تھا کہ وہ رسول اللہ کی عدم موجودگی میں اس امام سے رجوع کریں ،کہ یہ رجوع اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کے ہی معنی میں ہوگا حقیقت میں "تشیع" یہی ہے تشیع کا مطلب اللہ اور اس کے رسول اور ان کے آئمہ سے رجوع کرنا ہے جنہیں اللہ اوراس کے رسول کی مرجعیت حاصل ہو، تشیع در حقیقت رسول اللہؐ اور اس کے خلفاء معصومین کی شکل میں موجود ربانی قیادت کی مکمل اطاعت کا نام ہے او ریہ عین اسلام ہے۔
تشیع کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو اللہ کے رسولؐ کے بعد ظہور پذیرہوئی ہو۔ تشیع اسی اسلام اور ایمان کامل کا نام ہے جس پر صحابہ رسول کی منتخب جماعت آپ کے زمانے اور آپ کے دنیا

سے رخصت ہوجانے کے بعد تھے۔ یہی تشیع در حقیقت اللہ کے رسول کے زمانے میں موجود تھی اور اس کی جھلک صحابہ کی اس منتخب جماعت میں ملتی ہے۔قرآن کی متعدد آیات کو اس سلسلے میں شاہد کے طور پر پیش کیا جاسکتا ہے مثلاً قرآن کی یہ آیت اس باب میں بالکل صریح ہے:

(وَ ِذَا جَائَہُمْامر مِنَ الْ َمْنِ َوْ الْخَوْفِ َذَاعُوا بِہِ وَلَوْ رَدُّوہُا ِلَی الرَّسُولِ وَا ِلَی ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْہُمْ لَعَلِمَہُ الَّذِینَ یَسْتَنْبِطُونَہُ مِنْہُمْ) (۱)

"جب ان کے پاس کوئی امن کی یا ڈر کی خبر آتی ہے تو وہ اس کو اڑا دیتے ہیں اور اگر اڑانے سے پہلے اس کو پیغمبر اور اپنے سرداروں کے پاس لے جاتے (ان سے تحقیق کرتے) تو جن لوگوں کو خبر کی تلاش رہتی ہے (ان اڑانے والوں میں سے) وہ خود ان سے (یعنی پیغمبر یا سرداروں سے) اس خبر کو اچھی طرح معلوم کر لیتے۔"

....

(۱) سورہ نسائ،آیت۸۳.

اس آیت میں ایک واقعہ کی طرف اشارہ ہے جو اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں پیش آیا تھا۔ نیز یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ کے رسولؐ کے زمانے میں بھی کوئی ایک مومن یا مومنین کی ایک جماعت تھی جس سے رسولؐ کے بعد یا ان کی عدم موجودگی میں رجوع کرنے کا حکم اللہ نے دیا تھا اور یہ کہ مومنین میں کچھ لوگ عملی طور پر رسول کی عدم موجودگی میں ان لوگوں سے رجوع کرتے تھے جن سے اللہ نے رجوع کا حکم دیا تھا یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے اولوالامر سے خطاب کیا ہے اور انہیں اللہ کے رسول کے زمانے میں ہی مسلمانوں کا مرجع قرار دیا تھا۔ مذکورہ بالا آیت

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

میں اس بات کی وضاحت ہے کہ الو الامر یعنی حکومت والے رسول اللہ

کے زمانے مینبھی ایسے معلوم و معین اشخاص تھے جن سے اللہ نے اپنے مومن بندوں کو اختلافی امور میں رجوع کرنے کاحکم دیا تھا۔
قرآن کریم کی دوسری آیتوں سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے
ؐ)مْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَکُوا وَ لَمَّا یَعْلَمْ االلهُ الَّذِینَ جَاہَدُوا مِنْکُمْ وَ لَمْ یَتَّخِذُوا مِنْ دُونِ االلهِ وَلاَرَسُولِہِ وَلاَالْمُوْمِنِینَ وَلِیجَةً وَاالله خَبِیر بِمَا تَعْمَلُونَ) (١)
"(مسلمانو) کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تم (یونہی) چھوڑ دیے جائو گے اور ابھی تک اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو نہیں ظاہر کیا جنہوں نے تم سے جہاد کیا اور اللہ اور اس کے رسول کے سوا کسی کو اپنا راز دار نہیں بنایا اور اللہ تعالی کو جو تم کرتے ہو اس کی خبر ہے۔"
....

(١) سورہ توبہ،آیت ١٦۔

اس آیت کے مخاطب عام مسلمان ہیں نہ کہ منافقین و کفار و مشرکین۔ اس آیت میں عامة المومنین کو مخاطب کرکے کہا گیا ہے کہ تمہیں یوں ہی چھوڑ نہیں دیا جائے گا بلکہ تمہیں آزمائش و ابتلاء سے گزرنا ہوگا تاکہ اس شخص کی پہچان ہوسکے جو اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حدود اور ان مومنین کے طریقہ کار پر عمل کرتا ہو، جن مومنین کی اتباع اور طریقہ پر چلنے کیلئے بقیہ مسلمانوں کو اللہ نے حکم دیا ہے چنانچہ یہاں یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ مبتلی اور مبتلی بہ ایک چیز نہیں ہے مبتلی سے مراد عام مومنین اور مسلمان ہیں اور مبتلی بہ وہ شئے ہے جس کے ذریعہ مسلمانوں کو آزمایا جائے گا۔ اس سے مراد کوئی خاص چیز یا مسلمانوں کی مخصوص جماعت ہے۔ اورلفظ "وَلِیجَةً" کا معنی مدخل یا وہ راستہ ہے جس پر چلایا جانا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم تمہیں آزمائیں گے اور

آزمائش میں مبتلا کریں گے تاکہ اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے حدود اور مومنین کے طریقے پر باقی رہنے والے کی پہچان ہوسکے وہ مومنین جو اس آیت کے مصادیق ہیں ان کے بارے میں اللہ نے دوسری آیت میں فرمایا:
(اِنَّمَا وَلِیُّکُمْ االلهُ وَ رَسُولُہُ وَ الَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاَ ةَ وَیُؤْتُونَ الزَّکَاةَ وَہُمْ رَاکِعُونَ ں وَ منْ یَتَوَلَّ االلهَ وَرَسُولَہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا فَ ِنَّ حِزْبَ االلهِ ہُمْ الْغَالِبُونَ) (١)
"تمہارے دوست اللہ اور اس کا رسول ؐاور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰة دیتے ہیں اور وہ جھکے رہتے ہیں اور جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐاور ایمان والوں سے دوستی رکھے گا اور اللہ کا ہی گروہ غالب رہے گا۔"
....

(١) سورہ مائدہ ،آیت ٥٥،٥٦۔

قرآن کریم نے یہاں پر ولایت و امامت کے سلسلے میں کسی خاص شخص کے نام کو ذکر کیا ہے اور ایک ایسی نصّ کو پیش کرتا ہے جس سے اللہ کے رسول کے بعد اشارہ اور کنایہ سے امام کے تعین کا ثبوت ملتا ہے نام نہ ذکر کرنے کی حکمت بالکل واضح اور اس پر وہ واقعہ شاہد ہے جس سے امت اسلامیہ اللہ کے رسول کے زمانے کے بعد اموی دور حکومت اور عباسی دور حکومت میں دوچار ہوئی اگر قرآن، علی اور آئمہ کے اسمائے گرامی کو رسول کریم کی زندگی میں ہی صریحاً بیان کرتا تو قرآن کو پھاڑ پھاڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا۔ اسی طرح عترت رسول کو بھی فنا کے گھاٹ اتار دیا جاتا۔

کیا حسین ۔ آپ کی اولاد اطہار میں سے نہیں ہیں جنہیں قرآن نے وصی بنایا تھا۔
(قُلْ لاَ َسْ ُلُکُمْ عَلَیْہِ َجْرًا ِلاَّ الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبَی) (١)
"آپ کہہ دیجئے کہ میں تم سے کسی اجرت کا مطالبہ نہیں کرتا سوائے میری قرابت داروں "

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کیا پہلی اور دوسری صدی کی تاریخ کی واضح شہادت نہیں ؟کہ آپ کی اولاد کو کس تیزی کے ساتھ ختم کیا گیا۔ اگر قرآن نے حضرت علی کا نام ذکر کردیا ہوتا تو قرآن کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جاتا اور اس کا نام و نشان باقی نہیں رہتا۔ چنانچہ حفاظت کی حکمت اس بات کی داعی بھی ہوئی جیسا کہ قرآن کہتا ہے :

ِ)نَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ ِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ) (٢)

" ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔"

....

(١) سوره شوریٰ،آیت٢٣.
(٢) سوره حجر،آیت٩.

کہ قرآن حق اور امام کی طرف اس انداز میں اشارہ کرے کہ اس کے ذریعہ قرآن تحریف سے بچ جائے اور اس کا تقدس پامال نہ ہو۔

چنانچہ جس نے بھی منصب امامت کے سلسلے میں حق جاننے کی نیت سے قرآن سے رجوع کیا حق اس کے سامنے واضح ہوگیا۔ اب قرآنی آیات اور احادیث میں کسی طرح کا التباس باقی نہ رہا اور اللہ نے موقع پرستوں ،اور دشمنوں کے لئے کوئی راستہ نہیں چھوڑا جس سے وہ قرآن کی عظمت و شرافت کو تار تار کردیں۔ ایک طرف اللہ نے قرآن کی حفاظت کی اور دوسری طرف

امام کی حقیقت کو واضح کردیا ۔یہی سبب ہے کہ قرآن نے حضورؐ کے بعد امام کے تعین کے سلسلے میں کنایہ کے اسلوب کو اختیار کیا۔ بعض اسی آیات بھی ہیں جن میں امام کے تعین کا ثبوت ملتا ہے جو رسول کی عدم موجودگی میں ان کے زمانے میں ہی مسلمانوں کے امور کو انجام دیتے تھے۔ اللہ نے فرمایا:

(اِنَّمَا وَلِيُّكُمْ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَ ةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَہُمْ رَاكِعُونَ) (١)

"بے شک تمہارے دوست اللہ اور اس کے رسول اور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز پڑھتے ہیں اور زکوۃ ادا کرتے ہیں اور جھکے رہتے ہیں۔"

تمام مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب حضرت امیر المومنین نے ایک مسکین کو اپنی انگوٹھی صدقے میں دے دی تھی اور وہ نماز میں مشغول تھے،(2) جو اس بات کی دلیل ہے کہ امیر المومنین علی وہ امام تھے جن کی اطاعت رسول کے زمانے میں بھی واجب تھی۔

....

(١) سوره مائده،آیت٥٥.
(٢) تفاسیر عامہ و خاصہ کی طرف رجوع کیا جائے تو علی کی شان میں روایات متواتره ملتیں ہیں۔مثلاً
تفسیر طبری ج٦ص١٨٦. اسباب النزول 'واحدی ص١٣٤،١٣٣.
شواهد التنزیلص ١٦١تا١٦٤. تفسیر سیوطی ج٢ص٢٩٣.
لباب العقول فی اسباب النزول ص٩٠.

جیسا کہ ارشاد خداوندی (اِنَّمَا وَلِيُّكُمْ اللهُ)سے پتہ چلتا ہے کہ ان لوگوں کیلئے آیت کے نزول کے زمانے میں ہی ولایت ثابت ہوگئی تھی ۔نیز امیر المومنین کی امامت کا تعین بھی رسول اللہ کے زمانے میں ہوگیا تھا سابقہ تمام آیتوں سے اس کی تائید ہوتی ہے اور جو اس بات کی دلیل ہیں کہ رسول کے بعد مسلمانوں کے لئے کوئی مرجع بنایا جائے، ان آیات میں یہ بھی مذکور ہے کہ اللہ نے بقیہ تمام مسلمانوں کو ان سے رجوع کرنے کا حکم دیا ہے اور علم مسلمانوں کیلئے ان کی اطاعت و اتباع کو لازم قرار دیا ہے اور ان کو بقیہ مومنین کے ایمان کو آزمانے کے لئے میزان بنایا ہے قرآن کی بعض آیتوں میں رسول اللہ کے زمانے میں ہی امام سے رجوع کرنے کے عمل کو واجب قرار دیا گیا تھا جیسا کہ قرآن کہتا ہے ۔

َ)طِيعُوا اللهَ وَ َطِيعُوا الرَّسُولَ وَ ُوْلِي الْ َمْرِ مِنْكُمْ) (١)

"تم اللہ ،رسول اور صاحبان امر کی اطاعت کرو۔"

....

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۱) سورہ نسائ،آیت ۵۹۔

یہ آیت اولی الامر کی اطاعت کے وجوب پر ایسے دلالت کرتی ہے جیسے کہ اللہ اور رسول کی اطاعت پر پھر "مِنْکُمْ" کی عبارت کے ذریعے یہ بات اور واضح ہوتی ہے کہ اولی الأمر ایک زندہ انسان ہے۔اس آیت میں صراحت کے ساتھ اختیار کے نظریہ کا انکار ہے۔ کیوں کہ اس آیت کے مطابق رسول کے زمانے میں ہی صاحب امر کی اطاعت کو واجب کر دیا گیا جس کا مطلب یہ ہے کہ ولی امر کا تعین پہلے ہی ہوچکا ہے اب لوگوں کے لئے اس میں کوئی گنجائش باقی نہیں رہ جاتی کہ وہ کسی اور کو اس منصب کیلئے منتخب کریں۔ پھر قرآن میں نزاع اور اختلاف کے وقت اولوالامر سے رجوع کرنے کی تاکید بذات خود اس بات پر دلیل ہے کہ اللہ نے کوئی بھی ایسا امر نہیں چھوڑا ہے جس میں مسلمانوں کے درمیان نزاع و اختلاف کا امکان ہو یہاں تک کہ ان کیلئے ایک مرجع اور فیصل کا تعین و تقرر کردیا جس سے وہ نزاعی و اختلافی امور میں رجوع کریں۔
یہ بات ناقابل فہم ہے کہ امامت کے معاملہ کو جس میں نزاع و اختلاف کا سب سے زیادہ

امکان تھا کیسے بغیر تعین کے چھوڑا جاسکتا ہے ۔چنانچہ مسلمانوں کے مابین شدید ترین اختلافات جو اس باب میں رونما ہوئے (جس کی تفصیل کی یہاں ضرورت نہیں) کو دیکھتے ہوئے اس کا تصور نہیں کیا جاسکتا کہ امامت کے معاملے میں مسلمانوں کے درمیان نزاع و جدال کے باب کو یوں ہی کھلا چھوڑا جاسکتا ہے۔
آنے والی آیات میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے کہ امامت کی تعین و تفویض من جانب اللہ ہوگی اور اس کا مستحق معاصی سے پاک و منزہ شخص ہی ہوسکتا ہے ۔اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتا ہے:
(وَ ِذْ ابْتَلَیا ِبْرَاہِیمَ رَبُّہُ بِکَلِمَاتٍ فَ َتَمَّہُنَّ قَالَ اِ ِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ ِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی قَالَ لاَیَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ) (۱)
"اور یاد کرو جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا، اس نے باتوں کو پورا کیا۔ پروردگار نے کہا میں تجھ کو لوگوں کا سردار بنائوں گا(تاکہ قیامت تک لوگ تیری پیروی کریں) ابراہیم نے کہا اور میری اولاد کو ،فرمایاجو ظالم (بے انصاف) ہیں ان تک یہ اقرار نہیں پہنچے گا۔"
ظلم معصیت اور اطاعت انہی سے روگردانی کا نام ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے :
(وَمنْ یَتَعَدَّ حُدُودَ اﷲِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہُ) (۲)
"اور جو کوئی اللہ تعالی کے حکموں سے باہر ہوجائے اس نے اپنے آپ کو برباد کیا۔"
....

(۱) سورہ بقرہ،آیت۱۲٤۔
(۲) سورہ طلاقئ،آیت۱۔

اس آیت میں یہ بات شرط کے طور پر ذکر کی گئی ہے کہ ظالم و بدکار اور نا انصاف شخص امامت

کا مستحق نہیں ہوسکتا، اگرچہ اس کا ظلم و گناہ لوگوں کی آنکھوں سے پوشیدہ ہی کیوں نہ ہو۔ اللہ کے اس قول (لاَ یَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ)نے قطعی طور پر ظالم اور بدکار شخص کی امامت کو یکسر مسترد کر دیا ہے۔ منافق بھی امامت کا مستحق نہیں ہوسکتا اگرچہ وہ اپنے گناہ سے ناواقف ہوتا ہے کیوں کہ اللہ تعالیٰ منافق کے گناہ سے بذریعہ وحی لوگوں کو مطلع کرتا ہے۔
اگلی آیت بھی امام کے معصوم ہونے کے وجود پر شاہد و گواہ ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
َ)فَمنْ یَہْدِیا ِلَی الْحَقِّ َاحَقُّ اَنْ یُتَّبَعَ َمنْ لاَ یَہِدِّیا ِلاَّ اَنْ یُہْدَی فَمَا لَکُمْ کَیْفَ تَحْکُمُونَ) (۱)
" کیا جو سچی راہ پر لگاتا ہے اس کی تابعداری بہتر ہے یا اس کی جس کو خود راہ معلوم نہیں مگر ہاں جب وہ راہ پر لگایا جائے۔ تو تم لوگوں کو کیا ہوا ہے کیسا انصاف کرتے ہو۔"
اس آیت میں یہ بات صاف طور پر بیان کر دی گئی کہ جو شخص دوسرے کی ہدایت و اقتداراور رہنمائی کا محتاج ہو ،وہ لوگوں کا قائد اور امام نہیں بن سکتا۔ قائد و امام وہ ہے جس سے دوسرے لوگ رہنمائی و ہدایت حاصل کریں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ظالم و بدکار اور نا انصاف شخص اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دوسرا شخص اس کو صحیح راہ دکھائے، لہٰذا ایسے شخص کی اتباع و اقتدار قطعاً درست نہیں ہے۔ امام کے معصوم ہونے کے ساتھ "من جانب اللہ "تعین کی شرط اس

لئے بھی ضروری ہے کہ اللہ انسانوں کے تمام راز سے واقف ہے اور ظالم کے ظلم کو خوب اچھی طرح جانتا ہے خواہ وہ ظلم و گناہ لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ ہو، وہی سچی راہ دکھانے والا اور ہر چیز سے مستغنی ہے۔

....

(۱) سورہ یونس،آیت ۳۵.

تیسری بحث

قرآن کی روشنی میں آئمہ کا تعیین

پہلی بحث میں ہم نے قرآنی نقطۂ نظر سے امامت کے معنی و مفہوم کی وضاحت پیش کی کہ امامت انسان کو اس کے تمام اختیاری افعال میں عروج وکمال تک پہنچاتی ہے۔ دوسری بحث میں ہم نے منصب امامت کو اپنا موضوع بحث بنایا اور اس سلسلے میں یہ بات سامنے آئی کہ یہ ربانی منصب ہے اللہ جسے چاہتا ہے اس منصب سے سرفراز کرتا ہے اس میں کسی اور کو شریک ٹھہرانا درست نہیں ہے اور ہم نے اس حوالے سے قرآن کی متعدد آیات سے استشہاد کیا جس سے نص اور تعین الٰہی کے نظریے کی تائید ہوتی ہے۔ یہاں پر تیسری بحث میں ہم اختصار کے ساتھ قرآن میں مذکور صفات کی روشنی میں نظریہ امامت کو موضوع گفتگو بنائیں گے قرآن میں یہ صفات تین صیغوں میں ذکر کی گئی ہے۔

پہلا صیغہ جس سے مراد بعض وہ آیتیں ہیں جن میں یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ ذکر کی گئی ہے کہ پوری تاریخ انسانی میں امام کا تعین و تقرر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا آرہا ہے ۔اور اللہ نے ہمیشہ ان آئمہ کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔

دوسرا صیغہ سے مراد چند ایسی آیتیں ہیں جن سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ آئمہ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے ہی ہوں گے اور یہ کہ امامت الٰہیہ کا یہ سلسلہ ابراہیم کی اولاد اور ان کی نسل میں جاری رہے گا۔

تیسرا صیغہ سے مراد وہ قرآنی نصوص ہیں جو اس بات کی دلیل فراہم کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد امامت کی باگ ڈور اہل بیت ٪ کے افراد کے قبضہ میں ہوگی اور وہ علی ـ اور ان کی اولادمیں سے کچھ مخصوص اشخاص ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہر طرح کی نجاست و گندگی سے دور رکھا ہے اور ہر طرح کی پاکیزگی سے نوازا ہے۔

تعین کے ان ہی تین صیغوں کے دائرے میں رہتے ہوئے ہم قرآن کریم کی روشنی میں امامت کے موضوع پر گفتگو کو آگے بڑھائیں گے ہم ان احادیث شریفہ سے صرف نظر بھی نہیں کرسکتے جو منصب امامت کی تائید میں مختلف صیغوں اور تعبیرات کے ساتھ وارد ہوئی ہیں لیکن ان کا ذکر یہاں پر ممکن نہیںکیوں کہ ہمارا موضوع قرآن کی روشنی میں امام کے تعین و تقرر کی بحث ہے امامت کے موضوع پر وارد ہونے والی چند آیات بطور نمونہ پیش کریں گے۔ تاکہ مسئلہ امامت کی مکمل وضاحت ہوجائے۔جہاں تک امامت کے موضوع پر وارد ہوئی ہیں تو وہ نصوص قرآن ہی کی ایک قسم ہیں کیوں کہ احادیث نبویہ درحقیقت قرآن کریم کی آیات کی تفسیر ہیں۔ قرآن کی یہ آیت (اَطِیعُوا الرَّسُولَ)رسول کی اطاعت کے وجوب پر دلالت کرتی ہے اور اس نص سے اللہ کے اس قول (وَ مَا یاَنْطِقُ عاَنْ الْہَوَی ںِنْ ہُوَا ِلاَّ وَحْی یُوحَی) کے مفہوم کی تائید ہوتی ہے خلاصہ کلام یہ ہے کہ امامت کے موضوع پر وارد احادیث متواترہ بھی کلام الٰہی کے درجہ میں ہیں کیوں کہ ان کی روح و جوہر اور مرجع قرآن کریم ہے۔مگر جو نصوص قرآنی کے نمونے اپنے تینوں صیغوں کے ذریعے دلالت کرتی ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں۔

پہلا صیغہ:

میں یہ بات واضح طور پر کہہ دی گئی ہے کہ اللہ نے ہر زمانے میں انسانوں کی رہنمائی کے لئے آئمہ کو بھیجا ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

۱ـ (وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِی کُلِّامَّۃٍ رَسُولاً اَنْ اُعْبُدُوا االلہَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) (۱)

"اور ہم تو ہر قوم میں ایک پیغمبر(یہ حکم دے کر) بھیج چکے ہیں کہ اللہ کی اطاعت کرو اور طاغوت سے بچے رہو۔"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

....

(۱) سورہ نحل،آیت ۳۶.

پوری تاریخ انسانی اس بات پر شاہد ہے کہ اللہ نے ہر قوم میں ایک رسول بھیجا ہے او ریہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگ اللہ کی عبادت کریں اور طاغوت کی عبادت سے گریز کریں ۔لغوی اعتبار سے عبادت کا مفہوم و مقصود اللہ کی مکمل اطاعت و تابعداری ہے او ریہ معنی انسان کے تمام تر اختیاری افعال کو شامل کرتی ہے۔ امامت کے اس معنی کا ذکر پہلے آچکا ہے انسانی استطاعت کی حد تک تمام افعال اختیاریہ میں اسے عروج و کمال تک پہنچانا ہے ۔کمال مطلوب سے مراد اللہ کی مکمل تابعداری ہے۔
امر واقعی میں امامت یہ ہے کہ انسان اپنی زندگی کے تمام امور میں اللہ کی عبادت کو ملحوظ رکھے اور امامت کا یہی معنی طاغوت کے منافی ہے۔ کیوں کہ طاغوت کا معنی بہت زیادہ سرکش کے ہیں۔ اور اس کے مصادیق ،ابلیس، آئمہ کفر و ضلال او رظالم سیاسی قائدین اور وہ تمام ارباب قوت و اقتدار ہیں جو اللہ کی عبادت سے لوگوں کو باز رکھتے ہیںاور غیر اللہ کی اطاعت و فرمانبرداری کی دعوت دیتے ہیں۔ چند آیتیں بطور مثال پیش کی جارہی ہیں جس سے ایک طرف طاغوت کے مفہوم کا تعین ہو سکے گا اور دوسری طرف عبادت کے معنی کی تاکید و تائید ہوجائے گی۔ قرآن

کہتا ہے:
َ)لَمْ تَرَ ِلَی الَّذِینَ یَزْعُمُونَ َنَّہُمْ آمَنُوابِمَاُنزِلَ ِلَیکَ وَمَاُنزِلَ مِنْ قَبْلِکَ یُرِیدُونَ اَنْ یَتَحَاکَمُوا ِلَی الطَّاغُوتِ وَقَدْ ُمِرُوا اَنْ یَکْفُرُوا بِہِ) (۱)
"(اے پیغمبر) کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو (منہ سے) کہتے ہیں ہم اس پر ایمان لائے جو تجھ پر اترا (یعنی قرآن پر) اور جو تجھ سے پہلے (اور پیغمبروں پر) اترا باوجود اس کے وہ چاہتے ہیں کہ اپنا مقدمہ شیطان کے پاس لے جائیں حالانکہ ان کو حکم ہوچکا ہے کہ شیطان کی بات نہ مانیں۔"
نیز اس سے پہلے والی آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
(یَا َیُّہَا الَّذِینَ آمَنُوا َطِیعُوا اﷲَ وَ َطِیعُوا الرَّسُولَ وَ ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْکُمْ فَ ِنْ تَنَازَعْتُمْ فِی شَیْئٍ فَرُدُّوہُ ِلَی اﷲِ وَ الرَّسُولِ ِنْ کُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاﷲِ وَ الْیَوْمِ الْآخِرِ ذَلِکَ خَیْر وَ َحْسَنُ تَ ْوِیلًا) (۲)
"اے ایمان والو !اللہ تعالیٰ کا حکم مانو اور اس کے رسول کا حکم مانو اور صاحبان امر کا جو تم میں سے ہو ،پھر اگر تم میں اور حاکم وقت میں کسی مقدمہ میں جھگڑا ہو تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف پلٹائو اگر تم کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہے یہ (تمہارے حق میں)بہتر ہوگا اور اس کا انجام بہت اچھا ہے۔"
....

(۱) سورہ نسائ،آیت ۶۰.
(۲) سورہ نسائ،آیت۵۹.

اس آیت اور دوسری آیتوں کے سیاق سے پتہ چلتا ہے کہ طاغوت سے مراد اللہ کے سوا اور کوئی حاکم ہے جو لوگوں کو غیر اللہ کی حاکمیت کی طرف بلاتا ہے اور اللہ کے اس قول (وَلَقَدْ بَعَثْنَا

فِی کُلِّ ُمَّةٍ رَسُولاً اَنْ اُعْبُدُوا اﷲَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ) (۱)کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ نے ہر امت میں ربانی او رسیاسی قائدین کو بھیجا جو اللہ کے امر کی اطاعت کا حکم اور لوگوں کو اللہ کی عبادت اور اس کے حکم کی تابعداری کی دعوت دیتے ہیں اور طاغوتوں کی تابعداری سے باز رکھتے ہیں۔
باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:
۲_ (وَمَا َرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ ِلاَّ لِیُطَاعَ بِ ِذْنِ اﷲِ) (۲)
"اور ہم نے جو رسول بھیجا وہ اسی لئے کہ اللہ کے حکم سے اس کا کہا مانا جائے۔"
....

(۱) سورہ نحل،آیت۳۶.

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۲) سورہ نسائ،آیت٦٤.

اس آیت کریمہ میں اس بات پر مکمل روشنی ڈالی گئی ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالیٰ سے پوری تاریخ انسانی میں لوگوں کے مابین رسولوں کو قائد اور حاکم بناکر بھیجا اور ان کی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا اللہ نے رسول کو بھیجا ہی اسی لئے ہے کہ ان کی اطاعت کی جائے تاکہ انہیں قائد مطاع کی حیثیت حاصل ہوجائے .اس آیت میں "باذن اللہ" کے لفظ سے ایک نکتہ کی طرف اشارہ ہے۔ اس لفظ کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول کی اطاعت و تابعداری ان کو حاکم اور قائد مان کر کی جائے نہ صرف اللہ کے احکامات کے مخبر اور امر و نواہی کے مبلغ کی حیثیت سے۔اس لفظ سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ نے رسول کو قائد مطاع کا منصب عطا کیا ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ یہ اطاعت، اطاعت حکم و قیادت اور اطاعت امارت ہے نہ کہ صرف اطاعت تبلیغ ورنہ تو بہتر یہ ہوتا کہ کہا جائے "وَمَا َرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ ِلاَّ لِيُطَاعَ اللَّهُ".
اللہ نے فرمایا:
٣_ (لَقَدْ َرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمْ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ) (١)
"ہم تو اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیاں دے کر بھیج چکے اور ان کے ساتھ کتاب اتاری (تورات ،انجیل ،زبور ،قرآن) اور انصاف کا ترازو اتارا۔ اس لئے کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں۔"
....

(۱) سورہ حدید،آیت ۲۵.

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ تاریخ انسانی کے ہر مرحلے میں رسولوں کو دلائل ،کتاب اور میزان دے کر بھیجا گیا اور ان تمام لوگوں کا مقصد دنیامیں اللہ کی حکومت اور لوگوں کے مابین عدل و انصاف کا قیام تھا اس ارشاد خداوندی میں کتاب بحیثیت قانون اور دستور الٰہی کے مذکور ہے۔(لَقَدْ َرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمْ الْكِتَابَ)
اس آیت میں کتاب سے مراد قانون اور دستور الٰہی ہے اور لغت میں کتاب کے معنی مکتوب کے ہیںاو رمکتوب کتابت سے مآخوذ ہے جس کے معنی وجود و ثبوت کے ہیں لہٰذا کتاب سے مراد واجب اور ثابت شدہ اوامر و نواہی کے ہیں۔ میزان ایسا ترازو ہے جس سے چیزوں کی پرکھ کی جائے ،تاکہ اچھی اور خراب ،صحیح اور غلط چیزوں کے درمیان فرق ہوسکے۔
لیکن یہاں پر اس سے مراد اعمال کا میزان ہے نہ کہ عام چیزوں کو تولنے کا میزان۔ نیز اللہ تعالیٰ کی غرض عدل و انصاف کے افعال و اعمال کو ظلم و فساد کے افعال و اعمال سے الگ کرنا ہے اور اس بات کا تحقق صرف عدل کی قدرت اور عصمت کی قوت کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ اور یہ دونوں صفات انبیاء کرام٪

کی ذات میں بدرجہ اتم موجود تھیں، ہر حاکم کیلئے ان دونوں صفات کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح اسے قانون کی معرفت اور عدل و انصاف کی قدرت و مہارت کی بھی ضرورت ہوتی ہے تاکہ اس کے تمام امور و معاملات اور اعمال عدل کے مطابق ہوں اس طرح سے اسے اللہ کے حکم کو نافذ و جاری کرنے کی قدرت حاصل ہوجائے۔
٤_ قرآن کہتا ہے :

(وَوَہبْنَا لَہُ ِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ كُلًّا ہَدَيْنَا وَنُوحًا ہَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِہِ دَاوُودَ وَسُلَيْمَانَ وَ ِيُّوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَہَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ں وَزَكَرِيَّا وَيَحْيَى وَعِيسَى وَ ِلْيَاسَ كُلٌّ مِنْ الصَّالِحِينَ ں وَ ِسْمَاعِيلَ وَالْيَسَعَ وَيُونُسَ وَلُوطًا وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعَالَمِينَ ں وَمِنْ آبَائِہِمْ وَ ذُرِّيَّاتِہِمْ وَ ِخْوَانِہِمْ وَاجْتَبَيْنَاہُمْ وَہَدَيْنَاہُمْا ِلَى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ں ذَلِكَ ہُدَى اللَّہِ يَہْدِي بِہِ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِہِ وَلَوْ َشْرَكُوا لَحَبِطَ عَنْہُمْ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ں ُوْلَئِكَ الَّذِينَ آتَيْنَاہُمْ الْكِتَابَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ فَ ِنْ يَكْفُرْ بِہَا ہَؤُلاَئِ فَقَدْ وَكَّلْنَاا بِہَا قَوْمًا لَيْسُواا بِہَا بِكَافِرِينَ ں ُوْلَئِكَ الَّذِينَ ہَدَى اللَّہُ فَبِہُدَاہُمْ اقْتَدِہِ قُلْ لاَ َسْ َلُكُمْ عَلَيْہِ َجْرًا ِنْ ہُوَا ِلاَّ ذِكْرَى لِلْعَالَمِينَ) (١)
"اور ہم نے ابراہیم کو (بیٹا) اسحاق اور (پوتا) یعقوب دیئے اور ہر ایک راہ پر لگایا اور نوح کو تو ہم پہلے ہی راہ پر لگا چکے تھے اور ابراہیم (یا نوح) کی اولاد میں سے (ہم نے)داؤد، سلیمان اور ایوب اور یوسف اور موسی و ہارون کو راہ پر لگایا اور نیکی کرنے والوں کو ہم ایسا ہی بدلہ دیتے ہیں اور ذکریا اور یحییٰ (بن ذکریا)

اور عیسیٰ (بن مریم بنت عمران) اور الیاس، تو یہ سب نیک بختوں میں سے تھے اور اسماعیل (بن ابراہیم) اور یسع اور یونس(بن متی) اور لوط (بن ہارون) کو اور ان سب کو ہم نے سارے جہاں پر بزرگی دی، اور ان کے بعض باپ، دادائوں ،

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اولاد اور بھائیوں کو بھی ،اور ہم نے ان کو چن لیا اور ان کو سیدھی راہ بتلائی، یہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت ہے اپنے بندوں میں جس کو چاہے سوجھائے، اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو ان کا کیا کرایا (سب) اکارت ہوتا، انہیں لوگوں کو (پیغمبروں کو)ہم نے کتاب ،شریعت اور پیغمبری دی، اگر یہ لوگ ان چیزوں کو نہ مانیں تو(کچھ پرواہ نہیں) ہم نے ان پر(ایمان) لانے کے لئے ایسے لوگوں کو تیار کردیا ہے جو انکار نہیں کرتے، یہی (اٹھارہ) پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں قرآن سنانے پر تم سے اجرت (مزدوری) نہیں مانگتا، قرآن تو اور کچھ نہیں سارے جہاں کے لئے نصیحت ہے۔ "

....

(۱) سورہ انعام،آیت ۸٤ تا ۹۰۔

مذکورہ بالا آیات سے ہم کو معلوم ہوا کہ اللہ نے پوری تاریخ انسانی مینلوگوں کے لئے کسی نہ کسی قائد او رحاکم کا تعیین کرتا رہا ہے اور انہیں منصب قیادت ، حکومت اور نبوت سے بھی سرفراز کیا جاتا رہا اور یہ سلسلہ حضرت نوح سے لے کر آخری نبی محمدؐتک جاری رہا اور اللہ تعالیٰ کے قول " ہٰؤُلاَئِ اَلَّذِیْنَ الخ " کا مطلب یہی نکلتا ہے کہ اس نے انبیاء کرام ؑ کو پوری تاریخ انسانی کے لئے لوگوں کا قائد اور حاکم بنا کر بھیجا تاکہ ان کے ذریعے لوگوں کے مابین عدل و انصاف کا قیام عمل میں آسکے ۔یہاں یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ یہ سلسلہ قیادت و امامت کی ایک زمانہ کے ساتھ مقید نہیں ہے بلکہ یہ پوری تاریخ انسانی میں جاری رہے گی۔

دوسرا صیغہ:

جس کے ضمن میں بعض وہ آیتیں ذکر کی جا ئیں گی جس میں حضرت ابراہیم کو ان کی اولاد کو آئمہ صالحین بنانے کی بشارت دی گئی ہے ۔اس حوالے سے بہت ساری مختلف آیات ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

۱_ (وَ اتْلُ عَلَیْہِمْ نَبَ ا اِبْرَاہِیمَ ں اِذْ قَالَ لِ بِیہِ وَ قَوْمِہِ مَا تَعْبُدُونَ ں قَالُوا نَعْبُدُ َصْنَامًا فَنَظَلُّ لَہَا عَاکِفِینَ ں قَالَ ہَلْ یَسْمَعُونَکُمْ ذْ تَدْعُونَ َوْ یَنْفَعُونَکُمْ َوْ یَضُرُّونَ ں قَالُوا بَلْ وَجَدْنَاآبَائَنَا کَذَلِکَ یَفْعَلُونَ ں قَالَ َفَرَ یْتُمْ مَاکُنْتُمْ تَعْبُدُونَ ں اَنْتُمْ وَآبَاؤُکُمْ الْ قْدَمُونَ ں فَ نَّہُمْ عَدُوّ لِیا ِلاَّ رَبَّ الْعَالَمِینَ ں الَّذِی خَلَقَنِی فَہُوَ یَہْدِینِی ں وَالَّذِی ہُوَ یُطْعِمُنِی وَیَسْقِینِی ں وَ ذَا مَرِضْتُ فَہُوَ یَشْفِینِی ں وَالَّذِی یُمِیتُنِی ثُمَّ یُحْیِینِ ں وَالَّذِی َطْمَعُ اَنْ یَغْفِرَ لِی خَطِیئَتِی یَوْمَ الدِّینِ ں رَبِّ ہَبْ لِی حُکْمًا وَ َلْحِقْنِی بِالصَّالِحِینَ) (۱)

" (اے پیغمبر) ان لوگوں کو ابراہیم کا قصہ سنا دیجئے جب اس نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا: تم کس کی عبادت کرتے ہو، انہوں نے کہا ہم بتوں کی عبادت کرتے ہیں، انہیں کے سامنے پڑے رہتے ہیں، تب ابراہیم نے پوچھا جب تم ان کو پکارتے ہو تو کیا وہ تمہاری سنتے ہیں (یا اگر تم ان کی عبادت کرو تو)وہ کچھ فائدہ پہنچاسکتے ہیں یا اگر نہ کرو تو کچھ نقصان پہنچا سکتے ہیں، کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادائوں کو یہی کرتے پایا۔ ابراہیم نے کہا تم کچھ سمجھے جس کو تم اور تمہارے اگلے باپ دادا پوجتے آئے ،وہ (سب) میرے مخالف (دشمن ہیں) یعنی میں ان کا دشمن ہوں مگر وہ جو سارے جہان کا مالک ہے جس نے مجھ کو

پیدا کیا۔ پھر وہی مجھ کو (دین اور دنیا کی) سمجھ دیتا ہے اور وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے، اور جب میں بیمار پڑتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا عطا (تندرست) کرتا ہے، اور وہ مجھ کو (ایک دن) مارے گا پھر (حشر کے دن) زندہ کرے گا اور وہ جس سے مجھ کو یہ امید ہے کہ انصاف کے دن میرا قصور معاف کرے گا، اے میرے مالک مجھ کو سمجھ عنایت فرما (یا نبوت) اور نیک بندوں سے مجھ کو ملادے (آخرت میں ان کے ساتھ رکھ)۔"

....

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۱) سورہ شعرائ،آیت ٦٩ تا ٨٣.

اس آیت میں حضرت ابراہیم کی اس دعا کا ذکر ہے جو انہوں نے اپنے زمانہ شباب میں مانگی تھی ،اس وقت ان کے والد بھی بقید حیات تھے مگر بتوں کی عبادت کی وجہ سے ان کے درمیان شدید اختلاف رونما ہوگیا تھا۔ اور وہ اس وقت مقام بابل میں تھے اور وہیں انہوں نے یہ دعا مانگی کہ اللہ تعالیٰ ان کو حاکم و امام بنادے تاکہ وہ لوگوں کے درمیان عدل و انصاف کو قائم کر سکیں اور ان کو اللہ کے عدل اور سیدھے راستہ کی طرف رہنمائی کر سکیں یہ دعا ان کی دوسری دعا سے ملتی جلتی ہے جس میں انہوں نے نیک اولاد کی دعا کی تھی تاکہ نیک اولاد ان کے پیغام کو آنے والی تمام نسلوں تک پہنچاتی رہے، باری تعالیٰ کا ارشاد ہے :"اور آنے والے لوگوں میں ذکر خیر باقی رکھا" دوسری آیت میں آیا ہے "میرے پروردگار مجھے نیک اور صالح اولاد عطا کر" ۔ان دونوں آیتوں میں مانگی جانے والی دعائیں ایک دوسرے سے مشابہ ہیں ،اللہ نے اپنے اس قول سے حضرت ابراہیم کی دعا کی قبولیت کی طرف اشارہ کیا ہے۔

قرآن میں دوسری جگہ آیا ہے :

(وَ وَہا بْنَا لَہُ ِسْحَاقَ وَیَعْقُوبَ وَجَعَلْنَا فِی ذُرِّیَّتِہِ النُّبُوَّةَ وَالْکِتَابَ وَآتَیْنَاہُ َجْرَہُ فِی الدُّنْیَا وَ ِنَّہُ فِی الْآخِرَةِ لَمِنْ الصَّالِحِینَ) (۱)

"اور ہم نے وطن چھوڑنے کے بعد اس کو اسحاق (بیٹا) اور یعقوب (پوتا) دیا اور اس کی اولاد میں پیغمبری (اور اللہ تعالیٰ کی کتاب اترنا) قائم رکھا۔ اور ہم نے اس کو دنیا میں (اس کی نیکیوں کا) بدلہ دیا اور آخرت میں تو وہ نیک بندوں میں ہی ہے۔ "

یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دنیا میں اجر سے مراد امامت ہے اور دنیا میں اجر الٰہی کی تفسیر حکومت اور بادشاہت ہے جیسا کہ دوسری آیت سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے ،اللہ نے حضرت یوسف کے قصہ کو نقل کرتے ہوئے فرمایا:

(وَ کَذَلِکَ مَکَّنَّا لِیُوسُفَ فِی الْ َرْضِ یَتَبَوَّ ُ مِنْہَا حَیْثُ یَشَاء نُصِیبُ بِرَحْمَتِنَا منْ نَشَائُ وَلاَ نُضِیعُ َجْرَ الْمُحْسِنِینَ) (۲)

"اور ہم اسی طرح سے (مصر کے) ملک میں یوسف کو جمایا وہ جہاں چاہتا تھا اس ملک میں رہتا تھا ہم جس پر چاہتے ہیں اپنی رحمت پہنچاتے ہیں اور نیکوں کی محنت ہم برباد نہیں ہونے دیتے۔"

....

(۱) سورہ عنکبوت،آیت٢٧.
(۲) سورہ یوسف،آیت٥٦.

امام خمینی نے اس آیت (رَبَّنَاآتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً)کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا: نیکی اور بھلائی سے مراد امامت و قیادت اور بادشاہت ہے ۔اللہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے

عطا کرتا ہے پھر وہ اس کے ذریعے اللہ کے حکم کو زمین پر قائم کرتے ہیں اور اس کے عدل کو پھیلاتے ہیں اس حکومت کے ذریعے اللہ کی زمین کو شرک و ظلم سے پاک کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ فرماتا ہے:

۲_ (وَ ِذْ ابْتَلَیا ِبْرَاہِیمَ رَبُّہُ بِکَلِمَاتٍ فَ َ تَمَّہُنَّ قَالَ ِ ِنِّی جَاعِلُکَ لِلنَّاسِ ِمَامًا قَالَ وَمِنْ ذُرِّیَّتِی قَالَ لاَیَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِینَ) (۱)

" اور (یاد کرو) جب ابراہیم کو اس کے پروردگار نے کئی باتوں سے آزمایا، اس نے باتوں کو پورا کیا ،پروردگار نے فرمایا بس تجھ کو لوگوں کا سردار بنائوں گا (قیامت تک لوگ تیری پیروی کریں) ابراہیم نے کہا اور میری اولاد کو فرمایا،جو ظالم (بے انصاف) لوگوں ہیں ان تک یہ اقرار نہیں پہنچے گا۔"

....

(۱) سورہ بقرہ،آیت ١٢٤.

مذکورہ بالا آیت میں بھی حضرت ابراہیم کی ایک دوسری دعا کا ذکر ہے چونکہ انبیاء کرام ان چیزوں کی دعائیں مانگتے ہیں جو اللہ کی رضا اور خوشنودی کا باعث ہوں اور جس کی انہیں مانگنے کی اجازت دی گئی ہو۔ چنانچہ حضرت ابراہیم کو اس بات کی اجازت دی گئی کہ وہ امامت کو اپنی اولاد میں جاری رکھنے کی دعا کریں، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نہایت حکمت والا اور دعا قبول کرنے والا ہے اور نہایت ہی مہربان اور عطا کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم کی اس دعا کو

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

قبول کرلیا جسے انہوں نے اللہ کی اجازت سے مانگی تھی مگر اللہ نے اس دعا کو عدالت نامہ کے ساتھ مشروط کردیا کہ تمہاری ذریت میں وہ شخص منصب امامت کا مستحق ہوگا جو عدالت تامہ کا حامل ہو، اور اللہ کے اس قول (لاَ يَنَالُ عَہْدِي الظَّالِمِينَ) سے اس بات کی نفی کردی گئی کہ
حضرت ابراہیم کی اولاد میں جو لوگ ظالم اور بے انصاف اور عدالت نامہ کے حامل نہ ہوں گے ان کو منصب امامت کا اہل قرار نہیں دیا جائے گا کیوں کہ حضرت ابراہیم کی دعا ان کی اولاد میں سے صرف نیک اور غیر ظالم لوگوں کے حق میں قبول ہو ئی ہے۔
اگر کسی کو اس دعا کی قبولیت میں شبہ ہو اور وہ یہ سوال کرے کہ ہم کیسے کہہ سکتے ہیں کہ حقیقت میں ان کی دعا قبول ہو گئی اور اللہ نے امامت کو ان کی ذریت میں جاری کرنے کا فیصلہ کردیا ہے تو یہ کہا جا ئے گا کہ قرآن کی بعض دوسری آیتوں میں اس کا جواب مو جود ہے جس سے اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ اللہ نے منصب امامت کو حضرت ابراہیم کی اولاد میں ان کی دعا کے نتیجے میں جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔
اللہ نے فرمایا:
(وَنَجَّيْنَاهُ وَلُوطًا لِٰی الْۡرْضِ الَّتِی بَارَكْنَا فِيہَا لِلْعَالَمِينَ ں وَوَہبْنَا لَہُ ِسْحَاقَ وَ يَعْقُوبَ نَافِلَۃً وَكُلًّا جَعَلْنَا صَالِحِينَ ں وَجَعَلْنَاہُمْ َئِمَّۃً يَہْدُونَ بِۡمْرِنَا وَ اَوْحَيْنَا لَِيہِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَِقَامَۃِ الصَّلَاۃِ وَِيتَائَ الزَّكَاۃِ وَكَانُوا لَنَا عَابِدِينَ)
"اور ہم نے ابراہیم(اور ان کے بھتیجے)لوط کو نجات دے کر اس سرزمین میں پہنچایا جس میں ہم نے سارے جہاں کے لئے برکت رکھی ہے اور ہم نے ابراہیم کو (ان کی دعا پر)اسحاق دیا(بیٹا)اور یعقوب دیا(پوتا)اور سب کو نیک بخت کیا،اور ہم نے ان (چاروں)کو پیشوا بنایا،وہ ہمارے حکم سے(لوگوں کو) ہدایت کرتے تھے اور ہم نے ان کو نیک کام کرنے اور نماز درستی سے ادا کرنے اور زکوٰۃ دینے کی دعا کے نتیجے میں امام بنایا۔"
اور یہ بخشش یعنی نیک ذریت کو امام بنایا کہ (میری ذریت)اس دعا کی قبولیت کی تائید اس آیت سے بھی ہو تی ہے۔
(وَجَعَلْنَاهُمْ أَئِمَۃً يَهْدُونَ بِأَمْرِنَا وَ أَوْهَيْنَا لَِيهِمْ فِعْلَ الْخَيْرَاتِ وَاِقَامَ الصَّلاۃِ وَ اِيْتَائَ الزَّكَاۃِ وَكَانُوا لَنَا)
"اور ہم نے ان کو ہمارے حکم پہنچانے کے لئے امام بنایا........"
۳_ نیز اس آیت سے بھی:
َ)امْ يَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَى مَا آتَاہُمْ االلهُ مِنْ فَضْلِہِ فَقَدْ آتَيْنَا آلَ ا ِبْرَاہِيمَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَۃَ وَآتَيْنَاہُمْ مُلْكًا عَظِيمًا) (۱)
"جو اللہ نے اپنے فضل سے لوگوں کو دیا اس پر چلتے ہیں(تو یہ کوئی نئی بات نہیں ہے)ہم نے ابراہیم کی اولاد (داؤد اور سلیمان)کو کتاب اور پیغمبری دی تھی اور ہم نے ان کو بڑی سلطنت بھی دی تھی۔"
اس میں بھی یہ صراحت موجود ہے کہ اللہ نے ابراہیم کی دعا قبول کرلی اور ان کی اولاد کو بڑی سلطنت یعنی امامت و نبوت سے سرفراز کیا جو کتاب و حکمت سے الگ چیز ہے،جسے اللہ نے اس آیت میں "فضل"کے لفظ سے ذکر کیا ہے قرآن میں دوسری جگہ مزکور ہے۔
....

(۱) سورہ نسائ،آیت٥٤۔

٤_ ِ)انَّ االلهَ اصْطَفَى آدَمَ وَ نُوحًا وَآلَا ِبْرَاہِيمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ ذُرِّيَّۃً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ وَااللهُ سَمِيع عَلِيم) (۲)
"بے شک اللہ نے سارے جہان کے لوگوں میں آدم اور نوح کو اور ابراہیم اور عمران کی اولاد کو چن لیا ہے ایک خاندان دوسرے خاندان کی نسل لے اور اللہ سنتا جانتا ہے۔"
....

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۲) سورہ آل عمران،آیت۳۳،۳٤.

اس آیت میں اصطفائے الٰہی کی دو قسمیں بیان کی گئی ہیں:

اول_ اصطفائے فردی:

اس سے مراد حضرت آدم اور نوح کا انتخاب ہے ۔

دوم_ اصطفائے عائلی اور خاندانی :

یعنی پورے کنبہ اور خاندان کا انتخاب، اس کے مصداق آل ابراہیم اور آل عمران ہیں اس آیت میں خاص کا عام پر عطف ہے، جس سے اس بات کی وضاحت کردی گئی کہ آل عمران ابراہیم کی نسل سے ہیں انتخاب خاندانی بھی دو مرحلوں میں منقسم ہے۔
۱_ ابراہیم کی اولاد کا انتخاب۔
۲_ ابراہیم کی تمام اولاد میں سے عمران کی اولاد کا انتخاب ۔

اگلی آیت کا تعلق آل عمران کے انتخاب سے ہے:

اگلی آیت کا تعلق آل عمران کے انتخاب سے ہے،ارشاد خداوندی ہے:
ِ)اِذْ قَالَتْ امْرَ َةُ عِمْرَانَ رَبِّ اِ ِنِّی نَذَرْتُ لَکَ مَا فِی بَطْنِی مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ ما ِنِّی انَّکَ اَنْتَ السَّمِیعُ الْعَلِیمُ)
"(اے پیغمبر وہ وقت یاد کرو)جب عمران کی بیوی (حسنہ بنت فاقوذام) نے پروردگار سے عرض کیا میرے مالک جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں نے اس کو آزاد کر کے تیرے لئے نذر کردیا، اب میری یہ نذر قبول کر، بے شک تو سنتا جانتا ہے۔"

دوسری آیت :
(اِذْ قَالَتْ الْمَلاَئِکَۃُ یَامَرْیَمُ انَّ اﷲَ یُبَشِّرُکِ بِکَلِمَۃٍ مِنْہُ اسْمُہُ الْمَسِیحُ عِیسَی ابْنُ مَرْیَمَ وَجِیہًا فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ وَمِنْ الْمُقَرَّبِینَ) (۱)
"جب فرشتوں نے کہا اے مریم اللہ تجھ کو اپنے ایک کلمہ کی خوشخبری دیتا ہے اس کا نام مسیح عیسی ابن مریم ہوگا دنیا و آخرت میں بڑے مرتبے والا اور مقرب بندوں میں سے ہے۔ "
....

(۱) سورہ آل عمران،آیت ۳۵ تا ٤۵.

مذکورہ بالا اس آیتوں سے عمران کی اولاد کے انتخاب کی تائید ہوتی ہے۔
ان آیتوں سے ہمیں یہ بھی معلوم ہوا کہ ایک انتخاب کا تحقق دوسرے کے ضمن میں ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر بعض آل ابراہیم یعنی آل عمران کا انتخاب تمام آل ابراہیم سے ہے جب ان آیتوں کو اس آیت سے ملا کر دیکھا جائے جس میں حضرت ابراہیم نے اپنی ذریت میں امامت کو جاری کرنے کی دعا کی تھی تو یہ بات بالکل واضح ہوجاتی ہے کہ اللہ حضرت ابراہیم کی دعا قبول کر لی مگر اسے صلاحیت ولیاقت سے مشروط کردیا گیا۔
یہ بات بھی پیش نظررہنی چاہیے کہ منصب امامت انہیں نسل یا خاندان کی ہی بنیاد پر نہیں عطا کی گئی ہے بلکہ ان کے اندر وہ تمام تر صفات اور قابلیتیں بدرجہ اتم موجود تھیں جو اصطفائے الٰہی کیلئے مطلوب اور ضروری ہیں۔ حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے غیر ظالمین، اہل عدل و انصاف اور معصوم لوگوں کو اصطفاء کی تمام تر صلاحیت اور لیاقت کے حامل ہونے کی بنا پر ہی اس عہد الٰہی سے سرفراز کیا جائے گا، آل عمران میں بھی چوں کہ یہ تمام خوبیاں بدرجہ اتم موجود تھیں اسی لئے ان کو اس عہد الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ،اسی طرح محمدؐکی اولاد کو بھی اس اصطفاء خاص کی قابلیت کی بنیاد پر منصب عطا کیا گیا۔ ارشادخداوندی ہے۔

(اِنَّمَا یُرِیدُ اﷲُ لِیُذْہِبَ عنْکُمْ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا) (۱)
"(پیغمبرکے) گھر والو اللہ تعالیٰ تو یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح) کی گندگی (ناپاکی) دور کرے اور تم کو خوب صاف

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

ستھرا پاک صاف بنادے۔"
انتخاب خاندانی کی بنیاد بھی یہی صلاحیت و استعداد ہے نہ کہ محض نسبی تعلق، قرآن کی یہ آیت اسی کی تائید کرتی ہے (ذُرِّيَّةً بَعْضُہَا مِنْ بَعْضٍ)اس آیت میں بعضیت کا تعلق نسب سے نہیں ہے بلکہ رسالت سے ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ ان لوگوں کو اس منصب کیلئے منتخب کیا جائے گا جو اعلیٰ صلاحیتوں و قابلیت کے مالک ہوں جس کے حامل اس خاندان کے مورث و پیشوا تھے۔ اگلی آیت سے بھی اس بات کی تصدیق ہوجاتی ہے کہ اس بعضیت کا تعلق رسالت سے ہے نہ کہ نسب سے۔ اللہ نے نوح سے فرمایا: جب انہوں نے خدائے تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا تھا۔
(وَنَادَى نُوح رَبَّہُ فَقَالَ رَبِّ انَّ ابْنِی مِنْ اَہْلِی وَ انَّ وَعْدَکَ الْاحَقُّ وَاَنْتَ اَحْکَمُ الْحَاکِمِینَ) (۲)
"اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور کہا مالک (آخر) میرا بیٹا میرے گھر ہی والوں میں سے ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب حاکموں میں سے بڑا حاکم ہے۔"
....

(۱) سورہ احزاب،آیت۳۳.
(۲) سورہ ھود،آیت٤٥.

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جس فرد کا تعلق خاندان نبوی کے پیشوا سے روحانی ہوگا صرف وہی ولایت کا اہل ہوگا یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص جس کا نسلی تعلق نبی سے ہو وہ قیادت کا اہل بھی ہوگا۔حقیقت یہ ہے کہ نبی کی جس اولاد کو اس کیلئے منتخب کیا جاتا ہے وہ اس نبی کی شخصیت کا عکس

اور پرتو ہوتا ہے۔ جس کی پوری شخصیت اطاعت خداوندی کے قالب میں ڈھل جاتی ہے۔ قرآن میں اس کیفیت کو لفظ "اسلام" سے تعبیر کیا گیا ہے یعنی خدا کے آگے خود کو پوری طرح خاضع کرنا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کی نظر میں اسلام ایک عہد و اقرار تھا جس کو ابراہیم کی اولاد نسلاً بعد نسل ایک دوسرے کو منتقل کرتی رہی۔قرآن کہتا ہے:
(وَمَنْ يَرْغَبُ عنْ مِلَّةِاِبْرَاہِيمَا ِلاَّ منْ سَفِہَ نَفْسَہُ وَلَقَدْاصْطَفَيْنَاہُ فِی الدُّنْيَا وَانَّہُ فِی الْآخِرَةِ لَمِنْ الصَّالِحِينَ ں اِذْ قَالَ لَہُ رَبُّہُ اَسْلِمْ قَالَ َسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ ں وَ وَصَّی بِہَا بْرَاہِيمُ بَنِيہِ وَيَعْقُوبُ يَابَنِيَّاانَّ اﷲَ اصْطَفَی لَکُمْ الدِّينَ فَلاَ تَمُوتُنَّا ِلاَّ وَ اَنْتُمْ مُسْلِمُونَ نام کُنتُمْ شُہَدَاءَ ِذْ حَضَرَ يَعْقُوبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيہِ مَا تَعْبُدُونَ مِنْ بَعْدِی قَالُوا نَعْبُدُ ِلَہَکَ وَ ِلَہَ آبَائِکَا ِبْرَاہِيمَ وَ سْمَاعِيلَ وَ سْحَاقَ ِلَہًا وَاحِدًا وَنَحْنُ لَہُ مُسْلِمُونَ) (۱)
"اور ابراہیم کے طریقے سے وہی نفرت کرے گا جو احمق ہوگا اور ہم نے اس کو دنیا میں چن لیا (اس کو پیغمبری عنایت کی)اور آخرت میں وہ نیک ہے، جب پروردگار نے اس سے فرمایا اسلام پر مضبوط ہوجائو تو کہنے لگا اللہ کا تابعدار بن گیا جو سارے جہاں کا مالک ہے اور ابراہیم نے اپنے بیٹوں(اسماعیل و اسحق) کو اور یعقوب نے بھی (اپنے بارہ بیٹوں کو) اسی دین کی وصیت کی، بیٹا اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے یہ دین(یعنی اسلام) پسند کیا ہے تو (مرتے وقت) مسلمان ہی مرنا، بھلا یہودیوں کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوب مرنے لگے جب انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا تم میرے بعد کس کی عبادت کرو گے ؟ انہوں

نے کہا ہم تیرے اور تیرے باپ دادائوں ،ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق کے خدا کی عبادت کرینگے۔ ایک ہی خدا ہے اور ہم اس کے فرمانبردار ہیں۔"
....

(۱) سورہ آل عمران،آیت ۱۳۰ تا ۱۳۳.

مذکورہ بالا آیات سے ہمیں اس بات کا علم حاصل ہوتا ہے کہ امامت ربانی کا قیام انتخاب الٰہی پر موقوف ہے اور امامت و قیادت کا یہ سلسلہ مختلف زمانوں میں صرف حضرت ابراہیم کی نسل میں جاری رہا ہے۔جیسا کہ ارشاد خداوندی ہے (وَمِنْ ذُرِّيَّتِی قَالَ لاَ يَنَالُ عَہْدِی الظَّالِمِينَ) میرے نسل و خاندان سے (آئمہ قرار دے) خدا نے فرمایا میرا عہد (مقام امامت) ظالموں کو نہیں پہنچتا۔ اسی طرح دوسری جگہ (انَّ اﷲَ اصْطَفَی ..... وَآلَ اِبْرَاہِيمَ .....) دوسری آیت (وَآتَيْنَاہُمْ مُلْکًا عَظِيمًا)۔جن کی آخری کڑی حضرت محمدؐ کی اولاد ہیں۔اس سے متعلق مزید بحث ہم آئندہ کریں گے۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

۵_ قرآن میں ہے :
ِ)امْ یَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَی مَا آتَاہُمْ اﷲُ مِنْ فَضْلِہِ فَقَدْ آتَیْنَا آلَ اِبْرَاہِیمَ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَةَ وَآتَیْنَاہُمْ مُلْکًا عَظِیمًا) (۱)

....

(۱) سورہ نسائ،آیت ۵٤.

آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آل ابراہیم کو نبوت کے ساتھ "ملک عظیم" سے بھی نوازا تھا جس سے مراد حکومت و اقتدار ہے۔ یہاں اس آیت سے متعلق یہ سوال اٹھتا ہے کہ "محسودین"سے کون لوگ مراد ہیں جس سے متعلق قرآن کہتا ہے کہ انھیں دوسروں کے معاملے میں اضافی فضیلت دی گئی ہے۔سیاق و سباق سے پتہ چلتا ہے کہ "محسودین"سے مراد کچھ مخصوص مومنین ہیں جو زمانہ نبوت میں اللہ کے رسول کی معیت میں رہتے تھے اور جن کا تعلق ابراہیم کی

نسل سے ہے۔اس لئے کہ مفسرین نے اس "فضل"کی تفسیر جسے اللہ نے ان مومنین "محسودین" کو عطا کیا ہے کتاب'حکمت اور ملک عظیم سے کی ہے ان تمام صفات سے اللہ نے اولاد ابراہیم کو سرفراز فرمایا ہے۔
اس آیت اور بعض دوسری آیتوں کے مفہوم سے پتہ چلتا ہیے کہ محسودین کے مصداق آل محمدؐ ہیں اور اصول کافی (۱)میں جو روایت امام محمد بن علی باقر کی سند سے منقول ہے اس سے اس کی توثیق ہوجاتی کہ محسودین آل محمد کے آئمہ ہیں۔انھوں نے (اَمْ لَہُمْ نَصِیب مِنْ الْمُلْکِ) میں"ملک"کی تفسیر امامت و خلافت سے کی ہے اور ِ)مْ یَحْسُدُونَ النَّاسَ عَلَی مَا آتَاہُمْ اﷲُ) کی تفسیر کرتے ہو ئے کہا کہ اس میں محسودین سے مراد ہم ہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے امامت کے فضل سے نواز ہے نہ کہ دیگر لوگ۔

....

(۱) اصول کافی:باب "آئمہ ٪والیان امر اور وہ محسود ہیں جن کا ذکر قرآن میں ہے ۔"ج۱ص۳۹۵ .

مذکورہ آیت کے شان و نزول سے اس بات کا علم ہو تا ہے کہ اس وقت لوگوں کی ایک جما عت ایسی بھی تھی جو اس وقت محسودین کے مصداق مومنین یعنی آل محمد سے حسد اور بغض و عداوت رکھتی تھی جبکہ یہ لوگ پہلے ہی اس بات کا اقرار کرچکے تھے کہ اللہ نے اس فضل یعنی منصب امامت و نبوت کو حضرت ابراہیم کی ذریت و اولاد کے ساتھ مختص کردیا ہے اور آل محمد انہی کی نسل سے تعلق رکھتے ہیں تو انہیں اب کیا ہو گیا ہے کہ اس فضل کو (یعنی منصب امامت ،نبوت)کو آل محمدؐکے لئے ماننے سے انکار کرتے ہیں اور ان سے حسد بھی رکھتے ہیں۔
پھر یہ کہ قرآن کریم کی تصریحات سے یہ بات پورے طور پر عیاں ہو جاتی ہے کہ منصب
امامت و قیادت حضرت ابراہیم کی اولاد میں سے صرف بعض لوگوں کو ان کی ربانی قدرت و صلاحیت کی بنیاد پر دی گئی ہے جو اس منصب کے استحقاق کے لئے شرط تھی۔اسی طرح قرآن کی آیات سے معلوم ہو تا ہے کہ امامت کو ابراہیم کی بعض اولاد سے سلب کرکے ان کی دوسری اولاد کو دی جاسکتی ہے۔جب پہلی جماعت اس کا استحقاق کھودے۔قرآنی آیات میں عموم کے صیغے میں بعض اوقات اس کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جیسے(تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَائُ وَتَنْزِعُ الْمُلْکَ مِمنْ تَشَائُ)وہ جسے چاہتا ہے بادشاہ بنادیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے بادشاہت چھین لیتا ہے۔
دوسری جگہ ارشاد باری ہے:
ُ)وْلَئِکَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اﷲُ عَلَیْہِمْ مِنْ النَّبِیِّینَ مِنْ ذُرِّیَّةِ آدَمَ وَمِمنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوحٍ وَ مِنْ ذُرِّیَّةِاِبْرَاہِیمَ وَ ِسْرَائِیلَ وَ مِمنْ ہَدَیْنَا وَ اجْتَبَیْنَا ِذَا تُتْلَی عَلَیْہِمْ آیَاتُ الرَّحْمَانِ خَرُّوا سُجَّدًا وَ بُکِیًّا ں فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِہِمْ خَلْفَ َضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّہَوَاتِ) (۱)
" یہ (پیغمبر) وہ لوگ ہینجن پر اللہ تعالیٰ نے فضل کی آدم کی اولا دمیں سے اور ان لوگوں کی (اولاد) میں سے جن کو ہم نے نوح کے ساتھ کشتی میں چڑھا لیا تھا اور ابراہیم اور یعقوب کی اولاد میں سے اور یہ ان لوگوں میں سے ہیں جن کو ہم نے ہدایت کی (سچی راہ بتلائی) اور ان کو ساری خلقت میں سے پیغمبری کیلئے چن لیا جب ان لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو سجدے میں گرپڑتے اور روتے جاتے ، پھر ان کے بعد ایسے نالائق پیدا ہوئے جنہوں نے نماز کو گنوا دیا اور دنیا کے مزے میں لگ گئے۔"

....

(١) سورہ مریم،آیت ٥٨،٥٩۔

ایک اور آیت میں کہا گیا
(فَبِمَا نَقْضِہِمْ مِيثَاقَہُمْ وَكُفْرِہِمْ بِآيَاتِ اﷲِ وَقَتْلِہِمْ الْأَنْبِيَائَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَقَوْلِہِمْ قُلُوبُنَا غُلْف) (١)
"تو انہوں نے اپنا اقرار توڑا ،اور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا اور کہنے لگے ہمارے دل پر غلاف چرھے ہوئے ہیں حالانکہ اللہ نے کفر کی وجہ سے ان پر مہر لگادی ،وہ ایمان لائیں گے مگر تھوڑے۔ "
....

(١) سورہ نسائ،آیت ١٥٥۔

قرآن کی ان آیات میں اس بات پر روشنی ڈالی گئی ہے کہ وہ امامت و فضیلت جس سے اللہ نے حضرت ابراہیم کے بیٹوں اسحق و یعقوب کی ذریت کو سر فراز کیا تھا،جب ان ہی میں سے کچھ لوگوں نے ضلالت و گمراہی اور کفر و ظلم کا راستہ اختیار کیا تو اللہ نے ان سے یہ نعمت چھین لی۔ اور وہ لوگ نعمت الٰہی کے بجائے لعنت الٰہی کے مستحق ہوگئے، جس کو اللہ نے اپنے قول میں ذکر کیا ہے۔(فَبِمَا نَقْضِہِمْ مِيثَاقَہُمْ لَعنّاہُمْ)اور (ضُرِبَتْ عَلَيْہِمْ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ وَبَائُوا بِغَضَبٍ مِنْ اﷲِ) ان آیات سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ حضرت ابراہیم کے بیٹے اسحق ـ کی ذریت کو امامت سے محروم رکھا گیا اور ابراہیم کے دوسرے بیٹے اسماعیل کی طاہر و پاکباز معصوم و مطیع اولاد سے یعنی آل محمدؐمیں امامت کا سلسلہ جاری رہا۔
ایک اور آیت میں فرمان باری ہے ۔
(إِنَّ أَوْلَى النَّاسِ بِإِبْرَاہِيمَ لَلَّذِينَ اتَّبَعُوهُ وَہَذَا النَّبِيُّ وَ الَّذِينَ آمَنُوا وَ اﷲُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِينَ) (١)
" سب لوگوں میں ابراہیم سے زیادہ قریب وہ لوگ ہیں جنھوں نے ان کی پیروی کی اور وہ نبی اور ایمان لانے والے ہیں۔"
....

(١) سورہ آل عمران،آیت ٦٨۔

اس آیت سے بھی یہی پتہ چلتا ہے کہ حضرت ابراہیم کی بعض ذریت کو امامت الٰہیہ کا مستحق محض ان کی ربانی لیاقت و صلاحیت کی بنیاد پر قرار دیا گیا، اور اس ربانی لیاقت و صلاحیت کے اعتبار سے حضرت ابراہیم سے قریب ترین اور ان کی شخصیت ربانی میں سب سے زیادہ مشابہ نبی اور ان پر ایمان لانے والے لوگ ہیں کیوں کہ قرآن میں (الذین امنوا) کا لفظ آیا ہے جس سے یہ اشارہ ملتا ہے کہ ایمان والوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو ایمان کے اعلیٰ درجہ پر فائز ہیں اس وجہ سے انہیںبقیہ تمام مسلمانوں کا امام بنا دیا گیا ۔اور اللہ نے ان مخصوص مومنین کو رسول کے بعد باقی دیگر تمام مسلمانوں اور ایمان والوں کی قیادت و امامت کے لئے منتخب کر لیا اور اپنی کتاب میں ان کے اوصاف و کمالات کو بیان کر کے اس کی وضاحت و تعین کردی چنانچہ اب ان کی حیثیت ایک مکمل رہنما ء قائد مطاع (وہ قائد جس کی مکمل اطاعت کی جائے)کی ہوگئی ،اس بات کو اللہ نے سورئہ مائدہ کی آیت نمبر ٥٥ (إِنَّمَا وَلِيُّكُمْ اﷲُ وَرَسُولُہُ.....) اور سورہ توبہ کی آیت نمبر ١٦ (أَمْ حَسِبْتُمْ أَنْ تُتْرَكُوا وَلَمَّا .....)میں بیان کیا ہے۔
تیسرا صیغہ: اس ضمن میں بعض ایسی آیتیں ہیں جن میں اشارہ و کنایہ کے اسلوب کے
ذریعے اس بات کی وضاحت کر دی گئی کہ منصب امامت کے اہل اور مستحق اہل بیت رسول٪ اس میں سب سے بڑی حکمت یہ تھی کہ اگر منصب امامت کے لئے کسی فرد معین کا نام صراحتاً ذکر

کر دیا جاتا تو اس بات کا امکان تھا کہ کوئی بادشاہت و سلطنت اور امامت کا خواہشمند اور حریص انسان قرآن میں تحریف کرنے کی ناکام کوشش کرتا جس سے قرآن کی حفاظت ممکن نہ ہوتی اور اس کی نقاہت مخدوش ہوجاتی، اس لئے حکمت الٰہیہ کا یہی تقاضا تھا کہ ایسا اسلوب اختیار کیا جائے جس سے قرآن کی حفاظت پر آنچ نہ آئے کیوں کہ اللہ نے بالذات قرآن کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے اور اگر یہ اسلوب نہ اختیار کیا جاتا تو مسلمانوں میں انتشار و خلفشار پیدا ہوجاتا۔ کیوں کہ اس طرح کے واقعات خود رسول کریم کی ان احادیث کے ساتھ پیش آچکے ہیں جن میں یہ بات صراحتاً مذکور ہے کہ منصب امامت کے حق دار صرف اہل بیت ہیں، ان کے ناموں کی وضاحت بھی کر دی گئی تھی۔ جس کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ ان

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کے دشمنوں اور مخالفین کے اندر نا راضگی کی آگ بھڑک اٹھی اور انہوں نے ایسی حدیثوں کی کتابت سے انکار کردیا جیساکہ ابو دائو اور دارمی نے اپنی سنن اور احمد ابن حنبل نے اپنی مسند میں عبد اللہ بن عمر بن عاص سے ایک روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے کہا : میں جوکچھ بھی اللہ کے رسول سے سنتا تھا لکھ لیا کرتا تھا تو قریش نے مجھے منع کیا اور کہا جو کچھ بھی تم اللہ کے رسول سے سنتے ہو لکھ لیتے ہو جبکہ رسول اللہ بھی ایک انسان ہیں کبھی ان پر غصہ کی حالت ہوتی ہے اور کبھی رضامندی اور خوشی کی تو میں لکھنے سے رک گیا۔ اس کے بعد میں نے اس بات کا تذکرہ رسول اللہﷺکے سامنے کیا تو انہوں نے اپنی انگلی سے اپنے منہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا: لکھ لو، خدا کی قسم جو کچھ بھی نکلتا ہے حق ہے (۱) بخاری اور مسلم نے بھی ایک روایت نقل کی ہے جب نبیﷺکی وفات کا وقت قریب آیا اس وقت گھر

....

(۱) سنن الدارمی ج۱ ص۱۲۵۔ باب من رخص فی الکتابہ من المقدمہ،
سنن ابی داود ج۲ ص۱۲٦۔ باب کتابة العلم و مسند احمد ج۲ ص۱۲٦۔

میں بشمول عمر بہت سے لوگ موجود تھے آپﷺ نے فرمایا : لائوتمہارے لئے ایک تحریر لکھ دوں اس کے بعد تم لوگ ہرگز گمراہی کا شکار نہ ہوں گے۔ عمر نے کہا نبیﷺپر درد و تکلیف کا غلبہ اور تمہارے پاس کتاب اللہ موجود ہے اور کتاب اللہ ہماری رہنمائی کیلئے کافی ہے ۔اس بات میں اہل بیت کے اندر بھی اختلاف پیدا ہوگیا چنانچہ بعض لوگ عمر کے مؤید ہوئے اور بعض لوگ مخالف۔ جب اختلاف زیادہ بڑھ گیا تو آپﷺ نے فرمایا میرے پاس سے دور ہوجائو۔ میرے پاس جھگڑنا مناسب نہیں ہے۔(۱) ذہبی نے تذکرة الحفاظ میں ایک روایت نقل کی ہے کہ نبیﷺکی وفات کے بعد ابوبکر نے لوگوں کو جمع کیا کہ تم لوگ رسول اللہﷺسے حدیثیں نقل کر رہے ہو اور اس میں اختلاف بھی کر رہے ہو ،لوگ تمہارے بعد زیادہ اختلاف میں پڑ جائیں گے تم رسول اللہﷺسے کوئی بھی بات بیان مت کرو۔ جب کوئی تم سے سوال کرے تو کہو کہ ہمارے درمیان کتاب اللہ ہے۔ اس کی حلال کی ہوئی چیز کو حلال سمجھو اور حرام کی ہوئی چیز کو حرام،(۲)اسی طرح حضرت عمر اور عثمان نے بھی اپنے اپنے عہد خلافت میں کہا ۔(۳)اور جب بنو امیہ نے عہد خلافت سنبھالا تو بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی بلکہ رسول اللہ کی طرف موضوع احادیث کا چلن عام ہوگیا۔ بنو امیہ کے لوگوں نے اہل بیت کی دھڑ پکڑ کی اور ان کی اولادوں کو تہہ تیغ اور خانماں برباد کردیا ،کربلا کا واقد(طف)اس پر شاہد ہے جبکہ رسول اللہ کو دنیا سے رخصت ہوئے

....

(۱) البخاری،کتاب العلم ،ج۱ ص۲۲۔ کتاب المرض ،باب قول المریض قوموا عنی
صحیح مسلم آخر کتاب الوصیة.
(۲) تذکرة الحفاظ الذهبی فی ترجمہ ابی بکر،ج۱ ص۲۔
(۳) ملاحظہ کریں کتاب معالم المد رستین ج۲ ص۵۰ ۔

ابھی نصف صدی بھی نہیں گزری تھی انہیں باتونکے پیش نظر اللہ نے حکمت سے کام لیتے ہوئے وصف و اشارہ کے اسلوب کو اختیار کیا اور اہل بیت میں سے کسی کا نام صراحتاً ذکر نہیں کیا تاکہ قرآن کی حفاظت اللہ کے وعدے کے مطابق تا قیامت ہوتی رہے۔ ذیل میں قرآن کی بعض آیات پیش کی جارہی ہیں جن سے امامت کا ثبوت ملتا ہے۔

۱_ آیت ولایت

خدا تعالیٰ فرماتا ہے :

(اِنَّمَا وَلِيُّكُمْ اللهُ وَرَسُولُهُ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلاَةَ وَيُؤْتُونَ الزَّكَاةَ وَہُمْ رَاكِعُونَ) (۱)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

" تمہارے دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور ایمان والے ہیں جو درستی سے نماز ادا کرتے ہیں اور زکوٰة دیتے ہیں اور جھکے رہتے ہیں۔"

....

(١) سورہ مائدہ،آیت ٥٥.

امام ثعلبی نے اس آیت کی تفسیر میں ابوذر غفاری کی سند سے ایک روایت نقل کی ہے، ابوذر غفاری نے کہا: ایک روز میں نے رسول اللہؐ کے ساتھ ظہر کی نماز پڑھی ،وہاں مسجد میں ایک فقیر نے دست سوال دراز کیا، لیکن کسی نے اس کو کچھ نہیں دیا۔ چنانچہ اس نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور کہا: اے اللہ تو گواہ رہنا میں نے نبیؐکی مسجد میں دست سوال دراز کیا اور مجھے کسی نے کچھ نہیں دیا، حضرت علی اس وقت نماز میں مشغول تھے اور رکوع کی حالت میں تھے، انہوں نے اپنے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی سے اس کی طرف بڑھا دی ،جس میں انگوٹھی تھی، سائل نے آگے بڑھ کر وہ انگوٹھی انگلی سے نکال لی، یہ سب کچھ رسول اللہؐ کی نظروں کے سامنے

ہورہا تھا، کیوں کہ اس وقت آپؐ بھی مسجد میں موجود تھے ،پھر رسول اللہ نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور کہا:
اے اللہ میرے بھائی موسیٰ نے تجھ سے سوال کر کے کہا تھا:
(قَالَ رَبِّ اشْرَحْ لِی صَدْرِی ں وَیَسِّرْ لِیامرِی ں وَاحْلُلْ عُقْدَةً مِنْ لِسَانِی ں یَفْقَہُوا قَوْلِی ں وَاجْعَلْ لِی وَزِیرًا مِنْ َہْلِی ں ہَارُونَ َخِی ں اشْدُدْ بِہِ َزْرِی)
"عرض کیا خداوندا (میں ماننے کو تیار ہوں)میرا سینہ کھول دے اور میرا کام (پیغمبری کا حق ادا کرنا) مجھ پر آسان کردے۔ میری زبان میں جو گرہ ہے وہ کھول دے (تاکہ) وہ میری بات سمجھیں اور میرے گھر میں سے ایک کو میرا وزیر بنادے ہارون کو جو میرا بھائی ہے اس سے مریی پیٹھ مضبوط کردے۔"
تو توُ نے اس پر یہ نازل کیا:
((سنشدعضدک بأخیک و نجعل لکما سلطاناً فلا یصلون الیکما))
اے اللہ میں محمد، آپ کا نبی اور صفی(خالص دوست) ہوں، میرا سینہ کھول دے اور میرے لئے میرا کام آسان کردے اور میرے اہل خاندان میں سے علی کو میرا وزیر بنادے اور اس کے ذریعے سے میری پیٹھ مضبوط کردے ،ابو ذر نے کہا کہ ابھی ان کی دعا پوری بھی نہیں ہوئی تھی کہ حضرت جبرئیل اللہ کے پاس سے آئے اور کہا اے محمد پڑھئے (اِنَّمَا وَلِیُّکُمْ اللهُ وَ رَسُولُہُ وَالَّذِینَ آمَنُوا الَّذِینَ یُقِیمُونَ الصَّلاَةَ وَ یُؤْتُونَ الزَّکَاةَ وَہُمْ رَاکِعُونَ) (١)اس بات پر اکثر مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ آیت حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی جس میں مطلق کوئی پوشیدگی نہیں ہے۔اس آیت کے معنی امامت کے سلسلے میں واضح اور صریح ہیں،اس آیت کے مفہوم سے ولایت و سلطنت کے علاوہ دیگر تمام معانی کا احتمال ختم ہوجاتا ہے ،اور ولایت کے اس معنی کو االلہ اس کے رسول اور حضرت علی کے ساتھ مختص تصور کیا جا سکتا ہے۔

....

(١) کتاب الغدیر ج٢ ص٥٢ ، ٥٣.

٢_ آیت تطہیر
اس آیت میں امامت اہل بیت کی صراحت موجود ہے۔آیت کے نزول کے وقت جو لوگ زندہ موجود تھے وہ حضرت علی، حسن اور حسینتھے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
(اِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذْہِبَ عَنْکُمْ الرِّجْسَ اَہْلَ الْبَیْتِ وَیُطَہِّرَکُمْ تَطْہِیرًا) (١)
"(پیغمبر کے) گھر والو !االلہ تعالیٰ صرف یہ چاہتا ہے کہ تم سے (ہر طرح کی) گندگی (ناپاکی) دور کرے اور تم کو خوب ستھرا و پاک صاف بنادے۔"
یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ اہل بیت سے ہر طرح کی نجاست و گندگی اور ناپاکی دور کر دی گئی۔"رجس" کے معنی گندگی اور گناہ کے ہیں خواہ گناہ کبیرہ ہو یا صغیرہ۔ایسی گندگی و ناپاکی جس سے بچنا ضروری ہو اسے لغت میں"رجس"

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

کہتے ہیں۔ابن منظور نے کہا کہ رجس گندگی کو کہتے ہیںاور قرآن میں جس گندگی کے معنی میں وارد ہوا ہے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:
(اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَیْسِرُ وَالْاَنصَابُ وَالْاَزْلاَمُ رِجْس مِنْ عَمَلِ الشَّیْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ)(۲)
"شراب، قمار بازی، بت اور ازلام(ایک قسم کی لاٹری) پلید ہیں یہ شیطانی کام ہیں اس لئے اس سے بچتے رہو۔"
....

(۱) سورہ احزاب،آیت۳۳۔
(۲) سورہ مائدہ،آیت۹۰۔

دوسری جگہ مذکور ہے:

(وَاَمَّا الَّذِینَ فِی قُلُوبِهِمْ مَرَض فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلَی رِجْسِهِمْ) (۱)
"جن لوگوں کے دل میں (نفاق و کفر) کی بیماری ہے ان کی گندگی پر اور گندگی بڑھا دی گئی۔"
ایک اور جگہ خدا تعالیٰ کا فرمان ہے۔
(اِلاَّ اَنْ یَکُونَ مَیْتَةً اَوْ دَمًا مَسْفُوحًا اَوْ لَحْمَ خِنزِیرٍ فَاِنَّهُ رِجْس) (۲)
"مگر یہ کہ مردار یا بہتا خون یا سور کا گوشت وہ نجس ہے۔"
....

(۱) سورہ توبہ،آیت۱۲۵۔
(۲) سورہ انعام،آیت۱۴۵۔

اس بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ"رجس" کا اصل معنی معصیت سے بچنا ہے خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی اور یہیں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اہل بیت کو ان تمام صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے پاک کر دیا گیا ہے۔
اس بات پر تقریباً پوری امت اسلامیہ کا اتفاق ہے اور متواتر صحیح حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت رسول اللہﷺ فاطمہ،علی،حسن اور حسین کے بارے میں نازل ہوئی،مسلم اور ترمذی نے بھی اہل بیت نبی کے فضائل کے باب میں ذکر کیاہے کہ اس کا تعلق اہل بیت سے ہے نہ کہ ازواج نبیؐ سے،جیسا کہ ام سلمہ سے منقول ایک صحیح متواتر حدیث میں آیا ہے کہ یہ آیت (اِنَّمَا یُرِیدُ اللهُ لِیُذْهِبَ عَنْکُمْ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ وَیُطَهِّرَکُمْ تَطْهِیرًا) میرے گھر میں نازل ہوئی اور اس وقت گھر میں یہ سات افراد، جبرائیل،میکائیل،محمد،علی،فاطمہ،حسن اور حسین موجود تھے اور میں گھر کے دروازہ پر تھی،تو میں نے عرض کی،یا رسول اللہ! کیا میں اہل بیت

میں سے نہیں ہوں۔ آپؐ نے فرمایا:تم میرے نزدیک سب سے اچھی اور نیک ہو اور تم نبی کی بیویوں میں سے ہو۔
اس آیت سے امامت اہل بیت پر دلالت اس طرح قائم ہوتی ہے کہ قرآن کی ایک دوسری آیت(لاَ یَنَالُ عَهْدِی الظَّالِمِینَ) میں امام کیلئے عصمت کی شرط لگائی گئی ہے اور عصمت کو اللہ کے ذریعہ جانا اور سمجھا جا سکتا ہے۔چنانچہ یہ آیت اہل بیت کی عصمت پر دلالت کرتی ہے تو اس طرح وہ ان کی امامت کیلئے بھی دلیل بن جاتی ہے۔یہ تفصیلات اور دلائل اس کے علاوہ ہیں جو ہم اس سے قبل آیت(اَطِیعُوااللهَ وَاَطِیعُواالرَّسُولَ وَاُوْلِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ) (۱)کے ذیل میں بیان کر چکے ہیں۔
اس آیت میںاطاعت رسول اور اطاعت اولوالامر کو بیان کرنے کیلئے امر کا ایک ہی صیغہ مذکور ہے اور اللہ کی اطاعت کیلئے امر کا دوسرا صیغہ استعمال کیا گیا،کیونکہ اس کی اطاعت کو مستقل امر کا درجہ حاصل ہے اوراطاعت رسول اور اولوالامر کی اطاعت کیلئے ایک ہی صیغہ لا کر بتانا مقصود ہے کہ رسول اور اولوالامر کی اطاعت نفس وجوب میں یکساں ہے اور رسول اللہ کی اطاعت مطلقاً واجب ہے جس کی کوئی حد نہیں۔جیسا کہ قرآن کی اس آیت سے مترشح ہے۔
(وَمَا آتَاکُمْ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (۲)
"مسلمانوں! جو بات (یا حکم) پیغمبرؐ تم کو دیں تو لے لو اور جس سے منع کریں اس سے باز رہو۔"
....

(۱) سورہ نسائ،آیت۵۹۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۲) سورہ حشر،آیت۱۷.

(فَلْيَحْذَرْ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عاَنْامرِہِ اَنْ تُصِيبَہُمْ فِتْنَۃَ َوْ يُصِيبَہُمْ عَذَاب َلِيم)(۱)
"پھر جو لوگ پیغمبر کا حکم نہیں مانتے ان کو ڈرنا چاہیے (دنیا میں) ان پر کوئی مصیبت نہ آن پڑے یا(آخرت میں) کوئی تکلیف کا عذاب ان کو نہ پہنچے۔"
(مَنْ يُطِعْ الرَّسُولَ فَقَدْ َطَاعَ اللہَ) (۲)
"جو رسول کا کہا مانے اس نے اللہ کا کہا مانا۔ "
اس طرح کی دوسری آیات بھی ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول کی ہر بات وحی کے ہی حکم میں ہوتی ہے جس کو بجالانا تمام مومنین کیلئے ضروری ہے۔ جیسا کہ اللہ کا ارشاد ہے :
(وَمَا يَنْطِقُ عاَنْ الْہَوَی ِن ْنْ ہُوَا ِلاَّ وَحْی يُوحَی) (۳)
" اور(رسولؐ) جو کچھ بھی بات کہتا ہے اپنی خواہش سے نہیں کہتا بلکہ وہ وحی ہوتی ہے جو اس پر بھیجی جاتی ہے۔"
....

(۱) سورہ نور،آیت۶۳.
(۲) سورہ نسائ،آیت۸۰.
(۳) سورہ نجم ،آیت۳،۴.

اس آیت سے یہ علم حاصل ہوا کہ ہر چھوٹے بڑے امر میں رسول کی اطاعت واجب ہے اور اس طرح کا وجوب محض گناہ سے منزہ (پاک) شخص کے لئے ہی ہوسکتا ہے ۔اس وجوب کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کا فرمان (َطِيعُوا الرَّسُولَ وَ ُوْلِی الْ َمْرِ مِنْكُمْ)اولوالامر کے معصوم ہونے اور انہیں ہر طرح کے گناہ و گندگی و ناپاکی سے پاک کردیئے جانے پر دلالت کرتا ہے ۔جس کا صاف طور سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ اولو الامر سے مراد اہل بیت رسول ہیں۔ کیوں کہ آیت تطہیر ان ہی لوگوں کی عصمت و ناپاکی و گندگی سے پاک ہونے کی دلیل ہے۔ لہٰذا ان کی اطاعت

واجب اور ان کی مخالفت ممنوع۔

۳_ آیت قربیٰ
ان آیات میں بھی رسول کے بعد اہل بیت کی امامت پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:
(قُلْ لاَ َسْ َلُكُمْ عَلَيْہِ َجْرًا ِلاَّ الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبَی) (۱)
"(اے رسول) تم کہہ دو میں تم سے رسالت کا کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے ا پنے اقرباء کی دوستی کے۔"
اس آیت کریمہ سے یہ بات واجب ہوجاتی ہے کہ رسول اکرم کے اعزہ و اقرباء سے محبت و عقیدت اور ان کا پاس و لحاظ رکھا جائے۔ اور اللہ نے رسول کی رسالت و پیغام کیلئے اس محبت و عقیدت کو اجر اور بدلہ قرار دیا ہے ،ظاہر ہے ایسی صورت میں اس مودت کی اہمیت اور قدر و منزلت اصل رسالت سے کم تر نہیں ہوگی بلکہ اس کے مساوی ہوگی ۔کیوں کہ ہر عمل کا بدلہ قدر و قیمت میں اس عمل کے برابر ہونا ضروری ہے ورنہ وہ مساوی اجر نہیں ہوگا۔ نعوذ باللہ یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالی دنیا کی اہم ترین شیٔ نبی خاتم کی رسالت کا اجر غیر مساوی متعین کرے، قرآن کی دوسری آیتوں میں اس اجر کے مفہوم و معنی پر روشنی ڈالی گئی ہے قرآن کہتا ہے:
(قُلْ مَا َسْ َلُكُمْ عَلَيْہِ مِنْ َجْرٍ ِلاَّ مَنْ شَائَ اَنْ يَتَّخِذَ ِلَی رَبِّہِ سَبِيلًا) (۲)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

"اے پیغمبر کہہ دیجئے کہ میں تم سے اس خوشخبری سنانے پر اور ڈرانے پر کوئی
مزدوری نہیں مانگتا مگر جس کا جی چاہے وہ اپنے مالک تک پہنچنے کا راستہ اختیار کرلے۔"
....

(۱) سورہ شوریٰ،آیت۲۳۔
(۲) سورہ فرقان،آیت۵۷۔

اس آیت میں اجر سے مراد سبیل الی اللہ ہے یعنی اللہ تک پہنچانے والا راستہ ۔اور یہی بات دوسری آیت میں بھی مذکور ہے:
ِ)نَّ ہَذِہِ تَذْکِرَۃ فَمنْ شَائَ اتَّخَذَا ِلَی رَبِّہِ سَبِیلاً) (۱)
"یہ آیتیں نصیحت کی باتیں ہیں پھر جس کا جی چاہے اپنے مالک کی طرف راستہ بنالے۔"
یہاں قرآن نے رسول کے اقرباء کو قرآن کریم کے مساوی قرار دیا ہے کیونکہ دونوں چیزیں اللہ تک پہنچنے کا راستہ ہیں جیساکہ رسول اللہ تک پہنچنے کا راستہ اور ذریعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
(وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلَی یَدَیْہِ یَقُولُ یَالَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُولِ سَبِیلًا ں یَاوَیْلَتِی لَیْتَنِی لَمْ َتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیلًا ں لَقَدْ َضَلَّنِی عانْ الذِّکْرِ بَعْدَ ِذْ جَائَنِی وَکَانَ الشَّیْطَانُ لِلْ ِنسَانِ خَذُولًا) (۲)
"اور جس دن ظالم و گنہگار (مارے افسوس کے) اپنے ہاتھ کاٹ کھائے گا، کہے گا کاش میں بھی (دنیامیں) پیغمبر کے ساتھ اسلام کا راستہ لیتا (یا کوئی نجات کی راہ حاصل کرلیتا) ہائے میری کم بختی ،کاش میں فلاں (ابی بن خلف) کو دوست نہ بناتا، اس نے مجھ کو نصیحت پہنچنے کے بعد بہکا دیا (یعنی قرآن سننے کے بعد) اور
شیطان تو آدمی کو (وقت پر)دغا دیتا ہے۔"
....

(۱) سورہ مزمل،آیت۱۹۔
(۲) سورہ فرقان،آیت۲۷ تا ۲۹۔

ان آخری آیات میں غور طلب بات یہ ہے کہ یہ آیت بتاتی ہے کہ خلوت و مودت ہی وہ شئ ہے جو انسان کے راستہ کا رخ متعین کرتی ہے ۔نیز یہ آیتیں ظالم و گناہ گار لوگوں کی حسرت و ندامت کی تصویر کشی کرتی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ کے ساتھ چلنے کی راہ کیوں اختیار نہیں کی؟ اور کیوں آپؐ کے علاوہ دوسروں کو اپنا دوست یا رہنما بنایا ؟ گویا رسول کے علاوہ دوسروں کو دوست بنانا یہاں اسے قائد اور امام بنانے کے معنی میں ہے۔ نیز آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ "خلت" و مودت اتباع و اقتداء کا معنی رکھتی ہے۔ اس سے یہ سمجھ میں آسکتا ہے کہ قیامت کے دن ان ظالموں کی حسرت و ندامت کی کیا انتہا ہوگی؟ جنہوں نے غیر رسول کو اپنا پیشوا اور دوست بنایا ہوگا۔
مذکورہ بالا تمام باتوں سے یہ معلوم ہوا کہ قرابت داروں کی محبت اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ وراستہ ہے۔ لہٰذا انہیں آئمہ مطاع مانتے ہوئے امر و نہی میں رسول کی طرح ان کی اقتداء و اتباع لازم ہے۔قرآن کا ارشاد ہے :
(یَاَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا ُنزِلَا ِلَیکَ مِنْ رَبِّکَ وانْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہُ وَااللہُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ) (۱)
"اے پیغمبرؐ جو کچھ تیرے پروردگار کی طرف سے نازل ہوا ہے اسے کامل طور سے (لوگوں تک) پہنچادو اور اگر تم نے (ایسا) نہ کیا تو گویا تم نے کار رسالت سر انجام نہیں دیا اور خداوند تعالیٰ تمہیں لوگوں کے (ان تمام خطرات) سے (جن کا احتمال ہے) محفوظ رکھے گا۔"
....

(۱) سورہ مائدہ،آیت ٦٧۔

سورئہ مائدہ کی اس آیت کے بارے میں متواتر احادیث سے یہ بات ثابت ہے کہ یہ آیت کریمہ یوم غدیر خم کے موقع پر حضرت علی کے بارے میں نازل ہوئی جس میں اللہ کے رسول کو حضرت علی کی امامت کو مجمع عام میں پہنچانے کا حکم دیا گیا اور ہم آیت میں دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تبلیغ کو اپنے تمام پیغام رسالت کے ابلاغ کے مساوی قرار دیا ہے ۔کیوں کہ آیت میں یہ تاکید کی گئی ہے کہ اگر رسولؐ نے علی کی امامت کی تبلیغ نہیں کی تو گویا کہ انہوں نے اللہ کے پیغام کو ہی نہیں پہنچایا جیساکہ یہ بات آیت مودت اور آیت سبیل میں بھی کہی گئی ہے کہ قرابت دارونسے مودت رسول کی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

رسالت کے لئے مساوی اجر اور اللہ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔ گویا مودت اور سبیل الی اللہ دونوں ایک امر ہے ،اب اگر کوئی یہ کہے کہ فلاں کی محبت اور کسی غیر کو مراد لے تو اللہ اور اس کے رسول کے راستہ سے اعراض ہوگا ۔اور تا قیامت حسرت و ندامت کا باعث ہوگا۔
متواتر اور صحیح روایات کے مطابق اور اس پر اہل علم کا بھی اتفاق ہے کہ قربیٰ سے مراد علی، فاطمہ، الحسن والحسین ہیں ،علامہ امینی نے اپنی کتاب "الغدیر" میں، احمد نے "مناقب" میں ، ابن منذر ،ابن ابی حاتم ،طبرانی ،ابن مردویہ الواحدی ،ثعلبی، ابو نعیم اور البغوی نے اپنی تفسیر میں اور ابن المغازلی نے ابن عباس کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے ۔جب یہ آیت نازل ہوئی تو کہا گیا کہ اے اللہ کے رسول ! آپ کے قرابت دار کون لوگ ہیں؟ جن کی مودت ہم پر واجب ہے تو انہوں نے فرمایا : "علی ،فاطمہ اور ان کے دونوں بیٹے ...... " (۱)
....

(۱) تفصیل کیلئے ملاحظہ کیجئے کتاب الغدیر ج۲ ص۳۰٦.

یہاں پر اس بات کو واضح کردینا بھی مناسب ہوگا کہ یہ اجر جس کااوپر ذکر آیا ہے اس اجر

کی قبیل سے نہیں جو لوگوں میں یا عرف عام میں مشہور ہے جسے لوگ کسی کی خدمت کر کے حاصل کرتے ہیں بلکہ اجر ثمرہ اور نتیجہ ہے۔ ،یہ بات اس مثال سے بخوبی واضح ہوجاتی ہے کہ کاشتکار جو زمین کی کاشت کرتا ہے اور وہ کسان جو درخت کو سیراب کرتا ہے اور اس کی دیکھ بھال کرتا ہے اس کا اجر و نتیجہ وہ ماحصل ہے جو اس کھیت یا اس درخت سے اس کو حاصل ہوتا ہے ۔ہر عمل اور کوشش کا متوقع نتیجہ اجر حقیقی ہوتا ہے جسے عامل اپنی کوشش کے نتیجہ میں پاتا ہے۔ چنانچہ آیت میں مذکور اجر اسی معنی و مفہوم میں ہے جیسا کہ سبیل کا مفہوم بھی اجر کے اس معنی میں ہونے پر دلالت کرتا ہے۔
اس آیت کاخلاصہ یہ ہے کہ تمام مومنین رسول کی دعوت کو قبول کریں اور اللہ سبحانہ کے بتائے ہوئے طریقہ کی اتباع کریں اور رسول کے بعد اہل بیت رسول کی اتباع اور اطاعت کر کے اس راستہ پر ثابت قدم رہیں تاکہ رسول کی کوشش بار آور ہوسکے۔ جس کا ثمرہ اور نتیجہ یہ ہو کہ پوری دنیا میں عدل و انصاف کا قیام عمل میں آسکے اور ربّانی ہدایت پوری دنیا میں پھیل جائے اور اللہ کا وعدہ سچ ہوجائے جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔
(وَعَدَ اﷲُ الَّذِینَ آمَنُوا مِنْکُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَیَسْتَخْلِفَنَّہُم فِی الْ َرْضِ)(۱)
"جو لوگ تم میں سے ایمان لے آئے اور اچھے کام کئے اللہ نے ان سے وعدہ کیا ہے کہ (ایک نہ ایک دن) ان کو ضرور اس زمین میں حکومت دے گا۔"
(وَلَوْ َنَّ اَہْلَ الْقُرَی آمَنُوا وَاتَّقَوْالَفَتَحْنَا عَلَیْہِمْ بَرَکَاتٍ مِنْ السَّمَائِ وَالْ َرْضِ)(۲)
"اگر یہ بستی والے ایمان لاتے اور بچے رہتے تو ہم ان پر آسمان اور زمین کی برکتیں کھول دیتے۔"
....

(۱) سورہ نور،آیت۵۵.
(۲) سورہ اعراف،آیت٩٦.

ایک جگہ اور ارشاد ہے:
(ہُوَ الَّذِی َرْسَلَ رَسُولَہُ بِالْہُدَی وَدِینِ الْحَقِّ لِیُظْہِرَہُ عَلَی الدِّینِ کُلِّہِ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُونَ) (۱)
" وہی خدا ہے جس نے اپنے پیغمبرؐ کو ہدایت کی باتیں اور سچا دین (اسلام) دے کر بھیجا تاکہ اس کو ہر دین پر غالب کرے گو مشرکین اس کو برا مانیں۔"
یہ تمام کی تمام چیزیں اللہ کے رسول کی کوششوں کا اس دنیاوی زندگی میں ثمرہ اور نتیجہ رہیں، بہرحال آخرت کا ثمرہ و نتیجہ تو وہ اس آیت سے ظاہر ہے۔
(وَمنْ یُطِعْ اﷲَ وَالرَّسُولَ فَ ُوْلَئِکَ مَعَ الَّذِینَ اَنْعَمَ اﷲُ عَلَیْہِمْ مِنْ النَّبِیِّینَ وَ الصِّدِّیقِینَ وَالشُّہَدَائِ وَالصَّالِحِینَ وَحَسُنَ ُوْلَئِکَ رَفِیقًا ں ذَلِکَ الْفَضْلُ مِنْ اﷲِ وَکَفَی بِاﷲِ عَلِیمًا) (۲)
اس آیت کے مفہوم سے یہ واضح ہوگیا کہ جو اللہ اور اس کے رسول کا کہا مانیں گے انہیں آخرت میں یہ ثمرہ اور نتیجہ

حاصل ہوگا کہ انہیں جنت میں انبیائ،صدیقین، شہداء اور صلحاء کا ساتھ نصیب ہوگا۔ اور یہ اجر ایسا اجر ہے جس کا فائدہ خود ایمان والوں کو پہنچتا ہے نہ کہ رسول کی ذات کو، چنانچہ قرآن نے یہ بات نہایت تاکید کے ساتھ بیان کی ہے اس اجر سے مراد وہ اجر نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان مشہور و معروف ہے جس کا نفع و فائدہ عامل و اجیر کو ہوتا ہے۔

....

(۱) سورہ توبہ،آیت۳۳.
(۲) سورہ نسائ،آیت٦٩ ، ٧٠.

ان آیات میں اس نوعیت کے اجر کی اللہ کے رسول کے لئے نفی کردی گئی ہے اللہ کا ارشاد ہے۔
(قُلْ لاَ َسْ َلُکُمْ عَلَیْہِ َجْرًا ِنْ ہُوَا ِلاَّ ذِکْرَی لِلْعَالَمِینَ) (۱)
"اے پیغمبرؐ! کہہ دیجئے کہ میں قرآن سنانے پر تم سے اجرت (مزدوری) نہیں مانگتا ،قرآن تو کچھ نہیں سارے جہان کے لئے نصیحت ہے۔"
مزیدبر آں اس اجر کی وضاحت و تفسیر کرتے ہوئے اللہ نے فرمایا جس کی وضاحت کیلئے رسول اللہ نے اللہ سے کوئی استفسار نہیں کیا:
َ)مْ تَسْ َلُہُمْ َجْرًا فَہُمْ مِنْ مَغْرَمٍ مُثْقَلُونَ) (۲)
" تو ان سے مزدوری مانگتا ہے پھر یہ اس تاوان کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔"

٤ـ آیات تبلیغ
ارشاد خداوندی ہے :
(یَاَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا ُنزِلَ ِلَیکَ مِنْ رَبِّکَ ......) (۳)
"اے رسول وہ تمام باتیں لوگوں کو پہنچا دیجئے جو آپ پر آپ کے رب کی طرف سے نازل کی گئی ہیں۔"

....

(۱) سورہ انعام،آیت۹۰.
(۲) سورہ طور،آیت٤٠.
(۳) سورہ مائدہ ،آیت٦٧.

اس آیت میں اللہ نے اپنے رسول کو یہ حکم دیا ہے کہ وہ لوگوں کو ہر بات بتا دیں کہ حضرت

علی ان کے بعد امت مسلمہ کے ولی و قائد ہوں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا تعلق امامت و قیادت کے مسئلے سے ہے۔ اس لئے کہ یہ آیت رسول اللہ کی زندگی کے آخری ایام میں حجۃ الوداع کے موقع پر نازل ہوئی جبکہ تمام دینی و شرعی امور کی تبلیغ مکمل ہوچکی تھی امامت کے سوائے، شریعت کے واجبات و احکام میں سے کوئی چیز ایسی باقی نہیں رہ گئی تھی جس کو رسول اللہ نے بیان نہ کردیا ہو۔ امامت کا ذکر اس سے پہلے خاص خاص موقعوں پر آیا تھا اور عام مسلمانوں کو اس کا علم نہیں تھا۔ لہٰذا اسی بات کو برملا بتانے کیلئے یہ آیت نازل ہوئی اور اس آیت میں یہ تاکید بھی موجود ہے کہ رسالت بغیر امامت کی تبلیغ کے نامکمل ہے۔اس لئے کہ امامت کے ذریعے ہی رسالت کے اہداف و مقاصد کی تکمیل ہوسکتی ہے۔ جس کا سب سے اہم ترین مقصد پوری دنیا میں عدل و انصاف کا قیام ہے۔
علامہ الامینی نے اپنی تصنیف "کتاب الغدیر" کے حصہ اول ص٢١٤ میں صحیح روایت سے یہ بات نقل کی ہے کہ یہ آیت علی کے بارے میں نازل ہوئی۔اس بات کو سیوطی نے در منثور (۱) وغیرہ نے اپنی اپنی کتابوں میں ابن مسعود کی سند سے نقل کیا ہے ،ابن مسعود نے کہا کہ ہم لوگ رسول کریمؐ کے سامنے اس آیت کی تلاوت اس طرح کرتے تھے ((یَاَیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا ُنزِلَ ِلَیکَ مِنْ رَبِّکَ اَنَّ عَلِیّاً مَوْلٰیٰ اَمِیْرَ اَلْمُؤمِنِیْنِ))کہ علی مسلمانوں کے ولی اورامیر ہیں، ((واَنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہُ وَ اللہُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ)) حافظ ابو جعفر محمد بن جریر طبری نے کتاب الولایہ میں زید ابن ارقم کی سند سے نقل کیا ہے کہ زید بن ارقم نے کہا "رسول اللہ حجۃ الوداع کے موقع پر غدیر خم میں تشریف فرماتے تھے، دوپہر کا وقت تھا شدید گرمی تھی ،انہوں نے سایہ دار

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

درخت کے پاس جانے کا حکم دی اور "الصلا ۃ جامعۃ" کی آواز لگا کر لوگوں کو بلایا ،ہم لوگ جمع ہوئے اور انہوں نے ہمارے سامنے نہایت بلیغ انداز میں یہ خطبہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ آیت نازل کی ہے۔
(یَا َیُّہَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا ُنزِلَ ا ِلَیکَ مِنْ رَبِّکَ وَ ِنْ لَمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَہُ وَاللهُ یَعْصِمُکَ مِنْ النَّاسِ)
" جو کچھ تمہارے رب نے نازل کیا ہے اس کو پہنچادو۔ اور اگر آپ نے یہ بات نہیں پہنچائی تو گویارسالت کی تبلیغ نہیں ہوئی۔"
....

(۱) الدر المنثور ج۲ ص۳۹۸۔

اور جبرئیل نے میرے رب کی طرف سے مجھے یہ حکم دیا ہے کہ میں اس مقام پر کھڑے ہو کر سیاہ و سفید انسان کو یہ بتادوں کہ علی بن ابی طالب میرے بھائی جانشین ، وارث اور میرے بعد مسلمانوں کے امام ہیں۔ مزید فرمایااے لوگو !اللہ نے اس کو تمہارے لئے ولی اور امام مقرر کیا ہے اور اس کی اطاعت کو تم میں سے ہر ایک پر واجب کر دیا ہے اس کا فیصلہ قابل نفاذ اور اس کی بات معقول و مناسب ہے۔جو اس کی مخالفت کرے وہ ملعون ہے اور جو اس کی تصدیق کرے وہ رحم کا سزاوار ہے،سنو اور اطاعت کرو،بے شک خدا تعالیٰ تمہارا آقا ہے اور علی تمہارے امام ہیں،منصب امامت میری اولاد میں اسی کی نسل سے تا قیامت جاری رہے گا،جس چیز کو اللہ اور رسول نے حلال کردیا وہ حلال ہے اور جسے حرام کر دیا وہ حرام ہے۔پھر فرمایا:قرآن کی واضح آیات کو سمجھو اور اس کے متشابہات کے پیچھے نہ پڑو،ا ن آیات(متشابہات) کی تفسیر و وضاحت تمہارے لئے صرف وہی کر سکتا ہے جس کا میں ہاتھ پکڑ لوں اور اس کے بازو کو بلند کروں۔
میں تمہارے سامنے اعلان کرتا ہوں کہ بیشک جس کا میں آقا ہوں علی بھی اس کے آقا ہیں اور ان کی یہ ولایت جو مجھ پر نازل کی گئی ہے منجانب اللہ ہے،گواہ رہو! میں نے اپنی ذمہ داری ادا کردی، گواہ رہو! میں نے اپنا پیغام پہنچا دیا۔سنو! میں نے بتا دیا اور ہر چیز کی وضاحت کردی، سوائے اس (حضرت علی) کے مسلمانوں پر کسی کی امامت جائز نہیں۔
پھر انہوں نے ان کو آسمان کی طرف اٹھایا،یہاں تک کہ ان کا پیر رسول کے گھٹنے سے ملا ہوا تھا اور فرمایا:
"لوگویہ میرا بھائی،میرا وارث اور میرے علم کا محافظ ہے اور ان لوگوں کا خلیفہ ہے جو میرے اوپر اور میرے رب کی کتاب کی تفسیر یعنی حدیث پر ایمان رکھتے ہیں۔" (۱)
....

(۱) کتاب الغدیر ج۱ ص۲۱٤ تا ۲۱٦۔

ابو اسحاق ثعلبی نے اپنی کتاب تفسیر کبیر میں سورۃ المعارج کی تفسیر کرتے ہوئے اس کی اس طرح تخریج کی ہے کہ رسول کریم نے غدیر خم کے دن لوگوں کو پکارا تو لوگ جمع ہوئے، انہوں نے علی کا ہاتھ پکڑا اور کہا میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں،تو یہ بات پورے ملک میں مشہور ہوگئی،اور جب حارث بن نعمان فہری کو اس کا پتہ چلا تو اپنے اونٹ پر سوار ہو کر آئے، اور نیچے اتر کر کہا اے محمدؐ! آپ نے ہم کو یہ حکم دیا کہ ہم صرف اللہ کو معبود مانیں اور آپ کو اس کا رسول،تو ہم نے یہ بات مان لی۔آپ نے ہمیں نماز پنجگانہ،زکوٰۃ دینے اور رمضان کے روزہ رکھنے کا حکم دیا،ہم نے وہ بھی قبول کر لیا اور آپ نے حج کرنے کا حکم دیا اسے بھی تسلیم کرلیا۔ پھرآپ اتنی باتوں سے راضی نہیں ہوئے،یہاں تک کہ اپنے چچا زادبھائی کو ہمارے اوپر فضیلت دے ڈالی،اور کہہ دیا کہ جس کے مولیٰ و آقا آپ ہیں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔کیا یہ چیز اللہ کی طرف سے ہے یا آپ کی طرف سے ۔اللہ کے رسول نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے سوا

کوئی معبود نہیں بے شک یہ حکم اس کی طرف سے ہے۔پھر حارث اپنی سواری کا ارادہ کرتے ہوئے مڑا اور کہہ رہا تھا کہ اے اللہ جو کچھ محمد کہہ رہے ہیں اگر سچ ہے تو ہمارے اوپر آسمان سے پتھروں کی بارش کر دے یا سخت عذاب میں مبتلا کر دے۔ابھی وہ اپنی سواری تک پہنچا بھی نہیں تھا کہ اللہ نے اس پر ایک پتھر مارا جو اس کے سر پر لگا اور اس کی سرین سے نکل گیا اور وہ اس سے ہلاک ہوگیا۔
اس پر اللہ نے یہ آیت نازل فرمائی

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(سَ‌ٔلَ سَائِلِ بِعَذَابٍ وَاقِعٍ ں لِلْکَافِرینَ لَیْسَ لَہُ دَافِع)
"ایک مانگنے والے نے(جلدی کر کے)وہ عذاب مانگا جو(بلند) درجے والے اﷲ کی طرف سے کافروں کو(ضرور) ہونے والا ہے کوئی اس کو روک نہیں سکتا۔" (۱)
....

(۱) سورہ معارج،آیت۲،۱۔
علامہ شبلنجی کی نور البصائرص۷۱۔ سیرت حلبیہج۳ص۲۷٤۔

۵_ آیات شہادت
ان آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانے میں اﷲ کی طرف سے کچھ قائدین کو مبعوث کیا جاتا ہے جو خدا کی کتاب قرآن اور مومنونپر گواہ ہوتے ہیں،اﷲ تعالیٰ ان کو منصب امامت سے سرفراز کرتا ہے تاکہ لوگوں کے درمیان شریعت کے مطابق فیصلہ کریں۔آیت سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ رسول اپنی امت پر گواہ ہوئے ہیں اور ان کے بعد مسلمانوں کیلئے خدا کی طرف سے متعدد گواہ رکھے گئے ہیں جن کے بارے میں قرآن نے کہا ہے کہ وہ رسول کی طرف سے

ہوں گے اور گواہی میں رسول کی نیابت کرینگے اور ان گواہان سے مراد علی اور ان کی پاک باز اولاد ہیناور ہم ان باتوں کو نکات کی شکل میں بیان کریں گے۔

۱_ لِلّٰہِ فی کُلّ اُمَۃ شھید
(ہر امت میں اﷲ نے ایک گواہ بنایا ہے)
قرآن کی بکثرت آیتیں اس بات پر روشنی ڈالتی ہیں کہ اﷲ نے ہر امت میں انہیں میں سے ایک گواہ بنایا ہے اور یہ سنت ربّانی ہر زمانہ میں جاری رہی ہے۔ارشاد خداوندی ہے:
(وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّامَّةٍ شَہِیدًا ثُمَّ لاَ یُؤْذَنُ لِلَّذِینَ کَفَرُواوَلاَ ہُمْ یُسْتَعْتَبُونَ) (۱)
"اور(وہ دن یاد کرو)جس دن ہم ہر امت میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے پھر جو لوگ کافر رہے ان کو (بولنے یا عذر کرنے کی) اجازت نہ ہوگی اور نہ وہ لوٹنے پائیں گے۔"
اﷲ تعالیٰ دوسری جگہ فرماتا ہے
(یَوْمَ نَبْعَثُ فِی کُلِّامَّةٍ شَہِیدًا عَلَیْہِمْ مِنْ نفُسِہِمْ وَ جِئْنَا بِکَ شَہِیدًا عَلَی ہَؤُلاَئِ) (۲)
"اور وہ دن یاد کر جس دن ہم ہر امت میں انہی میں سے ایک گواہ اٹھائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر لائیں گے۔"
....

(۱) سورہ نحل،آیت۸٤۔
(۲) سورہ نحل،آیت۸۹۔

یہ گواہی صرف امتوں کی ہی گواہی نہیں ہے بلکہ لوگوں میں سے ہر فرد کا گواہ ہوگا۔قرآن میں آیا ہے کہ:

(وَجَائَتْ کُلُّ نَفْسٍ مَعَہَا سَائِقِ وَشَہِید) (۱)
"اور ہر شخص(جواب دہی کیلئے) حاضر ہوگا اس کے ساتھ (دوفرشتے ہوں گے) ایک ہانکنے والا،ایک(حال بتانے والا)

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

گواہ۔"

۲_ گواہوں کے اوصاف و شرائط

قرآن میں متعدد آیتوں میں گواہوں کی صفات ذکر کی گئی ہیں اس میں سے ایک صفت معاصرت یا ہم عصر ہونا ہے۔اس سے مراد یہ ہے کہ ہر گواہ(شہید) کیلئے ضروری ہے کہ وہ مشہود علیہ(جس پر گواہی دی جائے) کا معاصر ہو۔دونوں کے زمانے میں فرق نہ ہو۔

(وَکُنتُ عَلَیْہِمْ شَہِیدًا مَا دُمْتُ فِیہِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِی کُنتَ اَنْتَ الرَّقِیبَ عَلَیْہِمْ)(۲)

"جب تک میں ان میں رہا ان کا حال دیکھتا رہا۔پھر جب تو نے مجھ کو اپنے پاس اٹھا لیا(آسمان پر بلالیا)تو تو ہی ان کا نگہبان ہے۔"

....

(۱) سورہ ق،آیت۲۱.
(۲) سورہ مائدہ،آیت۱۱۷.

ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی مخلوق کیلئے حجت کا درجہ رکھتے ہیں ان کے ذریعے لوگوںپر حجت و برہان قائم کیا جاتا ہے۔گویا اللہ نے ان کو لوگوں کیلئے ایسا میزان بنایا ہے جن کے ذریعہ سے ان کی اچھائی و برائی،اور ان کی اللہ کے لئے اطاعت و تابعداری کی پرکھ ہو۔اسی وجہ سے ان کو کتاب اللہ کا بھی گواہ بنایا گیا ہے کیونکہ ان کے افکار و اعمال میں کتاب اللہ کے احکامات کی مکمل جھلک ملتی ہے اور انہی کے ذریعہ کتاب کی پہچان،اس کی آیت کی تفسیر اور اس کے مفاہیم کی وضاحت ہوتی ہے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے:

(وَیَوْمَ یُنَادِیہِمْ فَیَقُولُ َیْنَ شُرَکَائِی الَّذِینَ کُنتُمْ تَزْعُمُونَ ں وَنَزَعْنَا مِنْ کُلِّامَّۃٍ شَہِیدًا فَقُلْنَا ہَاتُوا بُرْہَانَکُمْ فَعَلِمُوا َنَّ الْحَقَّ لِلَّہِ وَضَلَّ عانْہُمْ مَا کَانُوا یَفْتَرُونَ) (۱)

"اور جس دن خدا مشرکوں کو پکارے گا ،فرمائے گا میرے شریک کہاںہیں (یعنی) وہ جس کو تم میرا شریک سمجھتے تھے،اور(اس دن) ہم ہر امت میں سے ایک گواہ نکالیں گے پھر (مشرکین سے) کہیں گے کہ تم اپنی صفائی کی سند پیش کرو لیکن وہ جان لیں گے کہ حق اللہ کیلئے ہے اور جو کچھ بھی وہ افتراء پردازی کرتے تھے،ا ن کا پتہ ہی نہ ہوگا۔"

دوسری جگہ ارشاد خداوندی ہے۔

(وَمنْ َظْلَمُ مِمنْ افْتَرَی عَلَی اللہِ کَذِبًا ُوْلَئِکَ یُعْرَضُونَ عَلَی رَبِّہِمْ) (۲)

"اور جو خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھے،اس سے بڑھ کر کون ظالم ہوگا،یہ لوگ اپنے مالک کے سامنے لائے جائیں گے اور گواہ گواہی دیں گے،انہی لوگوں نے اپنے مالک پر جھوٹ بولا تھا۔"

....

(۱) سورہ قصص،آیت۷۵،۷٤.
(۲) سورہ ھود،آیت۱۸.

شہیدوں کی ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ اللہ کی کتاب کے محافظ اور اس میں مذکور تمام احکامات کا علم رکھتے ہیں!

اللہ سبحانہ فرماتا ہے:

ِ)نَّا َنزَلْنَا التَّوْرَاۃَ فِیہَا ہُدًی وَنُور یَحْکُمُ بِہَا النَّبِیُّونَ الَّذِینَ َسْلَمُوا لِلَّذِینَ ہَادُوا وَالرَّبَّانِیُّونَ وَالْ َحْبَار بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ کِتَابِ اللہِ وَکَانُوا عَلَیْہِ شُہَدَائَ)(۱)

"بیشک ہم نے تورات اتاری اس میں ہدایت اور روشنی ہے،خدا کے تابعدار پیغمبر یہودیوں کو اس کے موافق حکم دیتے رہے اور(پیغمبروں کے علاوہ) درویش (مشائخ) اور مولوی بھی(اسی پر حکم دیتے رہے)اس لئے کہ وہ اللہ کی کتاب کے محافظ بنائے گئے تھے(امانتدار)اور اس کی وہ نگرانی کرتے تھے۔"

قرآن کہتا ہے:

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(قُلْ كَفَی بِااللهِ شَہِیدًا بَیْنِی وَبَیْنَکُمْ وَمنْ عِنْدَہُ عِلْمُ الْکِتَابِ)(٢)
"کہہ دیجئے!میرے اور تمہارے درمیان اللہ کی گواہی کافی ہے،اور اس شخص کی جس کے پاس کتاب کا علم ہے۔ "
ایک دوسری جگہ ارشاد ہے:
(شَہِدَ اللهُ َنَّہُ لاَ ِلَہَا ِلاَّ ہُوَ وَالْمَلاَئِکَةُ وَُوْلُوا الْعِلْمِ)(٣)
"االله اس بات کا گواہ ہے کہ ا س کے سوا کوئی سچا معبود نہیں ہے اور فرشتے اور علم والے بھی(گواہ ہیں)۔"
....

(١) سورہ مائدہ،آیت٤٤۔
(٢) سورہ رعد،آیت٤٣۔
(٣) سورہ آل عمران ،آیت١٨۔

ایک صفت یہ ہے کہ وہ لوگ خدا کے احکام کے مطابق لوگوں کو حکم دیتے ہیں سورہ مائدہ

کی اس آیت کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے۔
(وَ نُور یَحْکُمُا بِہَا النَّبِیُّونَ الَّذِینَ َسْلَمُوا لِلَّذِینَ ہَادُ وا وَالرَّبَّانِیُّونَ وَالْاحْبَار بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ کِتَابِ االلهِ وَکَانُوا عَلَیْہِ شُہَدَائَ)
ایک صفت یہ بھی ہے کہ وہ االله اور رسول پر سچے ایمان لانے والے اور ان کے ایمان میں کوئی شک و تردید کی گنجائش نہیں ہے۔
قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے:
(ِنَّمَاالْمُؤْمِنُونَ الَّذِینَ آمَنُوابِااللهِ وَرَسُولِہِ ثُمَّ لَمْ یَرْتَابُوا وَجَاہَدُوا بِمْوَالِہِمْ وَ َنفُسِہِمْ فِی سَبِیلِ االلهِ ُوْلَئِکَ ہُمْ الصَّادِقُونَ)(١)
"مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور رسول پر دل سے یقین لائے پھر ان کو (ایمان کی باتوں میں کسی طرح کا) شک نہیں رہا اور انہوں نے اپنی جان او رمال سے االله تعالی کی راہ میں کوشش کی ،ایسے ہی لوگ سچے اور ایمان دار ہیں۔"
نیز یہ بھی اشارہ خداوندی ہے :
(وَ الَّذِینَ آمَنُوا بِااللهِ وَ رُسُلِہِ ُوْلَئِکَ ہُمْ الصِّدِّیقُونَ وَالشُّہَدَائُ عِنْدَ رَبِّہِمْ لَہُمْ َجْرُہُمْ وَنُورُہُمْ)(٢)
"وہ لوگ جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان لے آئے وہ صدیقین و شہداء ہیں اپنے پروردگار کے پاس ان کے (اعمال) کا اجر اور ان کا نور (ایمان) ان کے لئے ہے۔"
....

(١) سورہ حجرات،آیت١٥۔
(٢) سورہ حدید،آیت١٩۔

٣_ عہد نبوت میں مسلمانوں پر اللہ کے رسول کی گواہی

قرآن کی متعدد آیات میں رسول اعظم کو شاہد اور شہید کے لفظ سے متصف کیا گیا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے:
(یَاَیُّہَا النَّبِیُّ ِنَّا َرْسَلْنَاکَ شَاہِدًا وَمُبَشِّرًا وَنَذِیرًا)(١)
"اے پیغمبر ہم نے تجھ کو گواہ بنا کر اور (مسلمانوں کو) جنت کی خوشخبری دینے والا اور کافروں کو خدا کے عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔"
دوسری جگہ باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے :
(فَکَیْفَ ِذَا جِئْنَا مِنْ کُلِّامَّةٍ بِشَہِیدٍ وَجِئْنَا بِکَ عَلَی ہَؤُلاَئِ شَہِیدًا)(٢)
"پھر اس وقت کیا حال ہوگا جب ہر امت پر ایک گواہ بنا کر لائیں گے اور تجھ کو ان لوگوں پر گواہ بنا کر۔ "

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

٤_ رسول کے بعد ہونے والا گواہ
قرآن میں اس بات کی صراحت ملتی ہے کہ رسول کے بعد بھی مسلمانوں پر کوئی گواہ ہوگا۔ قرآن کہتا ہے :
ٍ)فَمنْ كَانَ عَلَى بَيِّنَةٍ مِنْ رَبِّہِ وَيَتْلُوهُ شَاہِد مِنْہُ)(٣)
"کیا جو شخص اپنے مالک کی طرف سے ایک دلیل رکھتا ہے اس کے پیچھے اس کی طرف سے شاہد ہے ۔"
....

(١) سورہ احزاب،آیت٤٥۔
(٢) سورہ نسائ،آیت٤١۔
(٣) سورہ ہود ،آیت١٧۔

یہاں پر " يَتْلُوهُ" کے معنی "یخلفہ" ہے۔ یعنی وہ (رسول کا جانشین اور امام المومنین) اس کی خلافت و نیابت کرے گا یہی اس لفظ کا ظاہری معنی ہے اور خلافت کا مفہوم یہ ہے کہ وہ نبوت کے سوا تمام چیزوں میں اس کے قائم مقام کی حیثیت رکھتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے اس شاہد یعنی گواہ کا تعین کبھی تو اشارہ صفت کے ذریعہ کیا ہے کہ وہ رسول کی نسب سے ہوگا۔ جیساکہ اس آیت میں مذکورہ ہے اور کبھی اس کی صفت یہ بیان کی ہے کہ اس کے پاس کتاب اللہ کا علم ہوگا جیسا کہ قرآن کہتا ہے:
(قُلْ كَفَى بِااللهِ شَہِيدًا بَيْنِى وَبَيْنَكُمْ وَمنْ عِنْدَهُ عِلْمُ الْكِتَابِ)(١)
حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں صفات اہل بیت (رضوان اللہ علیہم اجمعین) پر ہی صادق آتی ہیں۔ جس میں سرفہرست حضرت علی ابن ابی طالب ہیں۔
پہلی صفت: گواہ کا تعلق رسول کے خاندان سے ہے۔ اور آیت مباہلہ سے یہ بات پورے طور پر واضح ہوگئی ہے اور اس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق بھی ہے کہ اہل بیت سے مراد "علی،فاطمہ اور حسن و حسین٪ " ہیں جیسا کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے :
(فَمنْ حَاجَّكَ فِيہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَائَكَ مِنْ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ ا بْنَائَنَا وَ ا بْنَائَكُمْ وَنِسَائَنَا وَنِسَائَكُمْ وَا اَنْفُسَنَا وٍَا اَنْفُسَكُم ثُمَّ نَبْتَہِلْ فَنَجْعَلْ لَعْنَةَ االلهِ عَلَى الْكَاذِبِينَ)(٢)
"پھر جب تجھ کو عیسیٰ کا حال معلوم ہوچکا۔ اب بھی کوئی تجھ سے اس کے بارے میں جھگڑے تو کہہ دے ،آئو ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں گے ،تم اپنے

بیٹوں کو بلائو اور ہم اپنی عورتوں کو اور تم اپنی عورتوں کو اور ہم اپنی ذاتوں سے شریک ہوں اور تم اپنی ذاتوں سے، پھر خدا کے سامنے گڑگڑائیں (روئیں اور عاجزی سے دعا کریں) اور جھوٹوں پر اللہ کی لعنت بھیجیں۔"
....

(١) سورہ رعد،آیت٤٣۔
(٢) سورہ آل عمران،آیت٦١۔

یہ آیت حسن ،حسین ،فاطمہ اور علی ٪کے بارے میں نازل ہوئی ہے ایک حدیث متواتر میں یہ قصہ مذکور ہے کہ یوم مباہلہ میں رسول اللہ نے علی ،حسن ،حسین٪ کا ہاتھ پکڑا اور فاطمہ کو ان کے پیچھے کر لیا، پھر کہا یہ ہمارے بیٹے، ذاتیں اور عورتیں ہیں تم اپنے بیٹوں ،اپنی جانوں اور اپنی عورتوں کے ساتھ آجائو، پھر ہم اللہ کے سامنے عاجزی کے ساتھ دعا کرتے ہیں اور جھوٹ بولنے والے پر لعنت بھیجتے ہیں۔(١)
ایک حدیث صحیح میں اللہ کے رسول کا قول مذکور ہے کہ "علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں" (٢)میری طرف سے امور کی انجام دہی علی کے ذمے ہے۔اسی طرح کی ایک خبر متواتر آیت برائت کے سلسلے میں بھی وارد ہوئی ہے۔ رسول

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اللہ نے آیت برائت دے کر ابو بکر کو بھیجا تاکہ اس کے مشمولات کو مکہ والوں کے سامنے بیان کردیں کہ اس سال کے بعد کوئی مشرک حج نہیں کر سکے گا اور نہ ہی کوئی عریاں شخص بیت اللہ کا طواف کرے گا اور حرم میں داخلے کے مستحق صرف مسلمان ہوں گے۔ اور جس کسی کا اس کے اور اللہ کے رسول کے درمیان میں معاہدہ ہو تو

....

(۱) صحیح المسلم کتاب الفضا ئل باب فضا ئل علی۔
صحیح الترمذی ۲۹۳/٤ حدیث ۳۰۸۵ ۔
(۲) سنن ابن ماجہ کی کتاب المقدمہ باب فضائل الصحا بہ،
ترمذی کتاب ا لمنا قب، حدیث ۲۵۳۱ ،ص۱۵۳، ج۱، طبع اولی۔
مسند احمد ص۱٦٤ ،۱٦٥، ج٤۔

وہ ایک خاص مدت تک ہی محدود ہوگا۔ اللہ اور اس کا رسول مشرکین سے بری ہیں۔ حضرت ابوبکر اس آیت کو لے کر تین بار گئے۔ پھر رسول اللہؐ نے حضرت علی سے کہا: تم ان کو لے کر جائو، اور ابوبکر کو میرے پاس بھیج دو، اور اس آیت کی تبلیغ تم خود کرو۔جب حضرت ابو بکر نبی کریمؐ کے پاس آئے تو رونے لگے اور کہا یا رسول اللہ کیا مجھ میں کوئی چیز پیدا ہوگئی ہے ؟رسول اللہؐ نے جواب دیا تمہارے اندر صرف بھلائی ہی پیدا ہوئی ہے۔ لیکن مجھے یہ حکم ملا ہے کہ اس کی تبلیغ یا تو میں کروں یا کوئی ایسا شخص جو مجھ سے ہو۔(۱)

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ رسول اللہ نے حضرت حسن کو آغوش میں رکھا اور کہا : یہ مجھ سے ہیں۔(۲)

اور مزید فرمایا : حسین مجھ سے ہیں اور میں حسین سے ہوں۔ اور اللہ کا محبوب وہ ہے جو حسین کا سب سے زیادہ محبوب ہو، اور حسین نواسے بھی ہیں۔(۳)

....

(۱) مسند احمد ۱ /۳۔ سنن الترمذی ۱۳ /۱٦٤ تا ۱٦٥۔
مستد رک الصحیحین ۵۱/۳ ،۵۲۔
(۲) مسند احمد ص۱۳۲/٤۔
(۳) صحیح البخاری فی الادب المفرد باب معانقہ الصب،حدیث ۳٦٤ ،
ترمذی باب منا قب الحسن و ا لحسین۱۳ /۱۹۵۔

دوسری صفت میں یہ بات کہی گئی ہے کہ رسول کے بعد وہ شخص گواہ ہوگا جو کتاب کا علم رکھتا ہو۔ یہ مفہوم بھی صرف علی اور ان کی طاہر اولاد پر صادق آتا ہے اسی سلسلے میں ایک حدیث منقول ہے۔

"میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ،جو شخص علم حاصل کرنا چاہتا ہے تو

اسے دروازے پر آنا چاہیے۔" (۱)

حاکم نے اس کی سند کو صحیح مانا ہے ۔علی سے یہ روایت منقول ہے:

"خدا کی قسم ،میں ان کا یعنی رسول اللہ کا بھائی ہوں اور ان کا ولی یعنی نائب، اور ان کا چچا زاد بھائی ہوں اور ان کے علم کا وارث ہوں۔ مجھ سے زیادہ ان کی وراثت کا کون حقدار ہوسکتا ہے؟" (۲)

ایک اور روایت اللہ کے رسول سے منقول ہے:

"تمام تعریف اللہ کے لئے ہے جس نے حکمت (کا مصداق) ہمارے درمیان اہل بیت کو بنایا ہے۔" (۳)

ایک دوسری حدیث میں ہے : جس شخص کو اس بات سے خوشی حاصل ہو کہ وہ میری زندگی جئے اور میری موت مرے اور میرے رب کے لگائے ہوئے جنت عدن میں رہے تو اسے علی کو میرے بعد ولی بنانا چاہئے اور ان کی ولایت کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اور میرے بعد اہل بیت کی اقتداء کرنا چاہیے ۔کیوں کہ وہ لوگ میری عترت یعنی میرے خمیر سے پیدا کئے گئے ہیں ۔اور انہیں میرا علم و فہم دیا گیا ہے ۔ان لوگوں کے لئے ہلاکت ہو جو ان کے فضائل کو جھٹلاتے اور ان کے درمیان قطع رحمی کرتے ہیں، اللہ انہیں میری شفاعت سے دور رکھے۔(٤)

....

(۱) مستد رک الصحیحین ۱۲٦/۱۳۔

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

(۲) اس کا مصدر وہی ہے جسے حاکم اور ذہبی نے بیان کیا ہےخصائص ا لنسائی:۱۸.
(۳) احمد بن حنبل نے مناقب میں اور طبری نے ریاض النضرۃ ۱۹٤/۲ میںذکر کیا ہے .
(٤) کنز ا لعمال ۲۱۸/٦ حدیث ۳۸۱۹.

اس بات کی توضیح و اثبات کے لئے کہ رسول اللہؐ کے علم کے وارث اہل بیت ہیں جن میں سرفہرست حضرت علی ،حسن ،حسین ہیں اور جو صحیح معنوں میں کتاب اللہ کی معرفت رکھتے ہیں ،یہ حدیث متواتر کافی ہے کہ:
"میں نے تمہارے درمیان ایسی چیزیں چھوڑی ہیں کہ جب تک تم مضبوطی کے ساتھ پکڑے رہو گے ہرگز ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہوگے۔ ان میں سے ایک دوسرے سے بڑھ کر ہے ۔کتاب اللہ جو ایک ایسی رسی ہے جو آسمان سے لے کر زمین تک یہاں تک کہ یہ حوض کوثر پر میرے پاس پیش کئے جائیں۔ دیکھو! کسی طرح سے تم لوگ ان دونوں کے تعلق سے میرے پیٹھ پیچھے عمل کرتے ہو۔" (۱)
طبرانی میں مذکور ہے:
" نہ تم ان دونوں سے آگے قدم بڑھائو کیونکہ اس میں ہلاکت ہے اور نہ پیچھے اس لئے کہ اس میں بھی ہلاکت ہے اور انہیں مت سکھائو کیونکہ وہ لوگ تم سے زیادہ جانتے ہیں ۔" (۲)
....

(۱) سنن ترمذی ۳۲۹/۵.
(۲) کنز ا لعمال ۱٦۸.

آیات شہادت سے جو نتائج مستفاف ہوتے ہیں مندرجہ ذیل ہیں:
(۱) رسولؐ اپنی امت کے اولین گواہ ہیں جس طرح ان سے پہلے کے انبیاء اپنی اپنی امتوں کے گواہ تھے۔

(۲) مسلمانوں پر گواہی اللہ کے رسول کے بعد بھی جاری رہے گی اور اس باب میں لوگ رسول اللہ کی جگہ برحق شہادت ادا کرتے رہیں گے، اور اللہ کی کتاب کے مطابق معاملات میں فیصلہ کریں گے جیساکہ اللہ کا ارشاد ہے:
(یَحْکُمُ ا بِہَا النَّبِیُّونَ الَّذِینَ َسْلَمُوا لِلَّذِینَ ہَادُوا وَالرَّبَّانِیُّونَ وَالْ َاحْبَار بِمَا اسْتُحْفِظُوا مِنْ کِتَابِ اﷲِ وَ کَانُوا عَلَیْہِ شُہَدَائَ فَلاَتَخْشَوْا النَّاسَ وَ اخْشَوْنِی وَلاَ تَشْتَرُوا بِآیَا تِی ثَمَنًا قَلِیلًا وَ منْ لَمْ یَحْکُمْ بِمَا َنزَلَ اﷲُ فَ ُوْلَئِکَ ہُمْ الْکَافِرُونَ) (۱)
"خدا کے تابعدار پیغمبر یہودیوں کو اسی کے موافق حکم دیتے رہے اور (پیغمبروں کے علاوہ) درویش (مشائخ) او رمولوی(بھی اسی پرحکم دیتے رہے) اس واسطے کہ وہ اللہ کی کتاب کے حافظ بنائے گئے تھے ۔(امانتدار) اور اس کی نگہبانی کرتے تھے۔ تو(اے یہودیو) لوگوں سے مت درو، او رمجھ سے ڈرو اور میری آیتوں کے بدلے (دنیا کا) تھوڑا مال مت لو(رشوت کھا کر میرے حکم مت چھپائو) اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کی اتاری ہوئی کتاب کے موافق حکم نہ دیں وہی کافر ہیں۔"
....

(۱) سورہ مائدہ،آیت ٤٤.

یہ شہداء یا گواہ رسول کے بعد آئیں گے اور تمام امور سوائے امر نبوت کے ان کی جانشینی کا فریضہ انجام دیں گے۔ جیساکہ خدا کا ارشاد ہے۔ (وَیَتْلُوہُ شَاہِد مِنْہُ) اللہ کی طرف سے ایک گواہ بھی اس کو پہنچادو۔

(۳) گواہ یا گواہان وہ لوگ ہوں گے جو کتاب اللہ کے عالم اور رسول اللہ کی اولاد میں سے ہوں گے۔
(٤) حضرت علی اور ان کی اولاد اطہار جنہیں عترت رسول ہونے کا شرف حاصل ہے انہی پر مذکورہ دونوں صفتیں منطبق ہوتی ہیں کیونکہ "کتاب اللہ کے علم سے پوری طرح بہرہ ور ہیں اور انہیں کے بارے میں رسول اللہ نے فرمایا ہے کہ وہ مجھ سے ہیں۔"
ہم نے علیاور ان کی اولاد اطہار کی امامت سے متعلق چند قرآنی آیات یہاں بطور نمونہ ذکر کی ہیں اس موضوع پر اللہ کے رسول سے بکثرت احادیث بھی منقول ہیں، باوجود اس کے کہ عباسی اور اموی دور حکومت میں ان لوگوں کو سخت سزا دی جاتی تھی جو لوگ اہل بیت سے متعلق احادیث کی روایت کرتے تھے او ریہ سلسلہ تقریباً چار صدیوں تک چلتا رہا، نیز

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com

اس بات سے سبھی واقف ہیں کہ احادیث کی کتابوں کی جمع و تدوین کا کام ظالم حکومتوں کے زیر سرپرستی ہوا، جو اہل بیت سے متعلق روایت کے سخت مخالف تھیں اور روایت کرنے والوں کو سخت سے سخت عذاب دیتی تھیں۔ اموی اور عباسی حکمرانوں نے صرف اہل بیت کی امامت سے متعلق احادیث روایت کرنے سے منع نہیں کیا بلکہ ان لوگوں نے کچھ کمزور ایمان والوں کو اس بات پر مجبور کیا کہ وہ لوگ اہل بیت کے دشمنوں کی فضیلت میں کچھ احادیث گھڑ کر بیان کریں اور اس کی نسبت رسول کی طرف کردیں حالانکہ یہ باتیں نص قرآن اور صریح متواتر حدیثوں کے بالکل برعکس اور متناقص ہیں۔

یہ ایک اہم بحث ہے ۔ اس کتاب میں ہمارا مقصد علی اور ان کی اولاد کی امامت پر بحث کرنا نہیں تھا۔ علمائے صالحین نے اس موضوع پر مفصل اور جامع کتابیں تالیف کی ہیں،جو اس موضوع کی تفصیلی واقفیت کے خواہاں ہیںانہیں اس موضوع پر با ضابطہ طور پر لکھی گئی کتابوں کی طرف رجوع کرنا چاہیے۔

ہم اللہ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں دنیا و آخرت کی زندگی میں صحیح بات کہنے کی توفیق عطا کرے اور ہماری اس ادنیٰ خدمت کو قبولیت حسنہ سے نوازے ۔

انہ کریم سمیع مجیب

Presented by http://www.alhassanain.com & http://www.islamicblessings.com